ڈویلپمنٹ ایڈووکیٹ پاکستان

جلد ۴، شمارہ ۴

ڈویلپمنٹ ایڈووکیٹ
پاکستان

UNDP

پاکستان

© UNDP Pakistan

ڈویلپمنٹ ایڈووکیٹ پاکستان

ڈویلپمنٹ ایڈووکیٹ پاکستان، ملک میں اہم ترقیاتی مسائل اور مشکلات پر خیالات کے تبادلہ کے لئے ایک پلیٹ فارم مہیا کرتا ہے۔اس کے ہر سہ ماہی شمارے میں ترقی سے متعلق ایک موضوع کو مرکزی حیثیت دیتے ہوئے عوامی بحث کی راہ ہموار کی جائے گی اور سوّل سوسائٹی، تدریسی حلقوں، حکومت اور ترقیاتی پارٹنرز کے مختلف نقطہ نظر پیش کئے جائیں گے۔ اس جریدے کے ذریعے ہونے والی بحث میں نوجوانوں اور خواتین کی آراء شامل کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔تجزیوں اور رائے عامہ پر مبنی آرٹیکلز ترقی سے متعلق نئے خیالات پر بحث کو فروغ دیں گے اور اس کے لئے معلومات فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ تازہ ترین معلومات بھی پیش کریں گے۔

ایڈیٹوریل بورڈ

اگنیشیو ارتزا
کنٹری ڈائریکٹر، اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ

شکیل احمد
اسٹنٹ کنٹری ڈائریکٹر/ چیف، ڈویلپمنٹ پالیسی یونٹ

عادل منصور
اسٹنٹ کنٹری ڈائریکٹر/ چیف، بحران کی روک تھام اور بحالی یونٹ

امان اللہ خان
اسٹنٹ کنٹری ڈائریکٹر/ چیف انوائرمنٹ اینڈ کلائمیٹ چینج یونٹ

فاطمہ عنایت
کمیونیکیشنز اینالسٹ

وضاحت

اس جریدے میں شامل ایڈیٹوریل بورڈ کے ارکان یا دیگر بیرونی افراد کی تحریروں میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ ضروری نہیں کہ اس ادارے کے خیالات کی عکاسی کرتے ہوں جن کے لئے وہ کام کرتے ہیں اور نہ ہی ان میں سے کوئی آراء ایک ادارے کی حیثیت سے اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ کے خیالات کی نمائندگی کرتی ہیں۔

ایڈیٹوریل ٹیم: ماہین حسن، عمر ملک

ڈیزائنر: حسنات احمد

پرنٹر: آغاجی پرنٹرز، اسلام آباد

اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ
چوتھی منزل، سیرینا بزنس کمپلیکس،
خیابان سہروردی، سیکٹر G-5/1،
پی او بکس 1051، اسلام آباد، پاکستان

اپنی تحریریں اور جوابی آراء ہمیں اس پتہ پر ارسال کریں: pak.communications@undp.org

ISBN: 978-969-8736-20-7

فہرست

دسمبر ۲۰۱۷

تجزیئے

02 صنفی مساوات اور پائیدار ترقی

آراء

10 سرکاری شعبے میں خواتین کو بااختیار بنانے کی سرگرمیاں، پی سی ایس ڈبلیو کا جائزہ

فوزیہ وقار

14 'سماجی' طور پر خواتین کی بااختیار حیثیت: تعلیم اور صحت کا باہمی تعلق

پروفیسر ڈاکٹر خالدہ غوث

16 سماجی شعبے کی کاروباری سرگرمیاں اور معاشی لحاظ سے بااختیار خواتین

ڈاکٹر وقار احمد

18 صنف، برداشت اور خواتین کے خلاف تشدد

عنبرین عجائب

انٹرویو

20 رابعہ جویری آغا

سیکرٹری

وزارت انسانی حقوق

22 جمشید قاضی

کنٹری ریپریزینٹیٹو

یو این ویمن پاکستان

25 معراج ہمایوں

رکن صوبائی اسمبلی خیبر پختونخواہ

چیئرپرسن، خواتین پارلیمانی کاکس خیبر پختونخواہ اسمبلی

27 جسٹس (ر) ماجدہ رضوی

چیئرپرسن

انسانی حقوق کمیشن سندھ

28 ڈاکٹر یاسمین زیدی

ڈائریکٹر

سنٹر آف جنڈر اینڈ پالیسی سٹڈیز

30 ڈاکٹر فرزانہ باری

کارکن انسانی حقوق

32 ڈاکٹر مبینہ اگبوتوالہ

چیف پیڈیاٹریشن، ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ، سندھ گورنمنٹ ہسپتال

چیئرپرسن، ہوپ فاؤنڈیشن

اسسٹنٹ پروفیسر، ڈپارٹمنٹ آف کمیونٹی ہیلتھ سائنسز، آغا خان یونیورسٹی ہسپتال

34 شاد بیگم

ایگزیکٹو ڈائریکٹر

ایسوسی ایشن فار بیہیویر اینڈ نالج ٹرانسفارمیشن (اے کے بی ٹی)

خواتین کی آواز

36 خواتین کی آواز

Follow us

/undppakistan

www.twitter.com/undp_pakistan

www.pk.undp.org

© UNDP Pakistan

اداریہ

خواتین کی بااختیار حیثیت

پاکستان کی آبادی میں خواتین کا حصہ تقریباً 49 فیصد ہے۔ لیکن مردوں اور عورتوں کی تعداد کے درمیان فرق جہاں معمولی سا ہے وہیں صنفی خلا کے عالمی انڈکس (جس میں کئی طرح کی سماجی و معاشی کیٹیگریز میں مردوں اور عورتوں کے درمیان پائے جانے والے خلاء کا احاطہ کیا جاتا ہے) پر 2017 میں پاکستان 144 ممالک میں سے 143 ویں نمبر پر رہا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کے درمیان مواقع اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم نمایاں اور وسیع ہے۔ اگرچہ حالیہ عرصے کے دوران اس رجحان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی کیونکہ 2016 میں بھی پاکستان 143 ویں نمبر پر ہی تھا لیکن ضروری تو نہیں کہ یہ ایسے ہی رہے کیونکہ ملک کے آبادیاتی اور کئی دیگر عوامل مثلاً تعلیم، روزگار، صحت اور معاشرتی محرکین، سب عدم مساوات میں کمی لاتے ہیں اور خواتین کو زیادہ بااختیار بناتے ہیں۔

تعلیم وہ بنیاد ہے جس پر تبدیلی کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ اور تبدیلی وہ قوت ہے جو سوچ کو بدل دیتی ہے اور وجود کے نئے پہلوؤں کو جنم دیتی ہے۔ 60 ممالک کی ایک حالیہ مطالعاتی تحقیق [1] میں لگائے گئے اندازے کے مطابق لڑکیوں کو لڑکوں کے برابر سطح تک تعلیم نہ دینے کا معاشی نقصان 90 ارب امریکی ڈالر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان نے بنیادی خواندگی کے حوالے سے اصناف کے درمیان پائے جانے والے خلاء کو دور کرنے میں پیشرفت دکھائی ہے اور 2016 میں اس کا عالمی رینک 138 تھا تو 2017 میں یہ 127 پر آگیا البتہ پرائمری اور سیکنڈری سطح پر داخلے میں برابری کے حوالے سے اس کا رینک دونوں سالوں میں وہی یعنی بالترتیب 127 اور 134 رہا۔

اگر خواتین کو تعلیم دلانا پہلا اہم قدم ہے تو دوسرا قدم اس تعلیم کو روزگار کے ذریعے عمل میں لانا ہے۔ روزگار کی بدولت خواتین اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکتی ہیں اور اپنی استعداد کے مطابق مرتبے تک پہنچ سکتی ہیں۔

فی الوقت پاکستان میں ہر پانچ میں سے ایک خاتون افرادی قوت میں شامل ہے۔ تاہم ان میں سے اکثریت ان خواتین کی ہے جو کم معاوضہ، ناقص معیار اور پست تحفظ والے کام کر رہی ہیں، انہیں اکثر کوئی پذیرائی نہیں ملتی اور وہ اپنے حقوق سے بھی بے خبر ہیں۔ خواتین کی اس افرادی قوت کا ایک بڑا حصہ "غیر رسمی شعبے" میں کام کر رہا ہے۔ اس وقت پاکستان میں 12 ملین خواتین گھروں میں بیٹھ کر کام کر رہی ہیں جن میں سے 8.5 ملین دیہی علاقوں میں مقیم ہیں۔ گھروں میں بیٹھ کر کام کرنے والی یہ خواتین اپنی صحت داؤ پر لگا کر کئی کئی گھنٹے کام کرتی ہیں اور مارکیٹ تک ان کی رسائی اور اس کے بارے میں ان کی معلومات برائے نام ہیں۔ معیشت اور معاشرت میں ان کے کردار کو آج بھی قومی اعداد و شمار میں تسلیم نہیں کیا جاتا اور ان کی کم سے کم اجرت مقرر ہے نہ صحت کی کوئی مراعات میسر ہیں۔

کام کرنے کے حالات بہتر بنانے پر بھی خاصا زور دینے کی ضرورت ہے۔ یہ عدم مساوات محنت کی عدم مساوات کو مزید بڑھا دیتی ہے۔ تمام مالیاتی پالیسیوں میں صنفی تقاضوں سے ہم آہنگ بجٹ سازی اس عدم مساوات کا خاتمہ یقینی بنانے اور پائیدار معاشی ترقی کے فروغ کے لئے بنیادی شرط ہے۔ مزید برآں، قومی پالیسیوں کے ذریعے ان کارکنوں کو قانونی تحفظ دینا بھی انتہائی ضروری ہے۔ اقوام متحدہ، عالمی بینک اور بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کے مطابق معاشی شمولیت کے اعتبار سے اصناف کے درمیان پائے جانے والے خلا کو دور کرنے سے فی کس آمدنی میں بھی اضافہ ہوسکتا ہے۔

مساوی مواقع کی فراہمی اور ان کا فروغ بھی ایک ایسا شعبہ ہے جو خواتین کو سماجی و معاشی اعتبار سے بااختیار بنانے اور صنفی برابری میں اپنا کردار ادا کرسکتا ہے۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ ایسے قوانین بنائے جائیں جو خواتین کے ساتھ کوئی امتیاز نہ برتیں اور پالیسیاں اور نظام خواتین حامی ہوں۔ اس میں خواتین کے لئے کوٹہ نظام، بچوں کی نگہداشت کی موزوں اور باکفایت سہولیات، خاندان کے حق میں کام کرنے والی سکیمیں، سماجی کاروباری سرگرمیوں کے مواقع میں اضافہ وغیرہ شامل ہیں۔ پاکستان کے پاس کچھ اہم اور اچھی مثالیں موجود ہیں۔ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام نقد امداد فراہم کرنے والا ایک سماجی پروگرام ہے جس کی قیادت شروع دن سے خواتین کر رہی ہیں اور بین الاقوامی سطح پر یہ غریب خواتین کی بہتری میں پیشرفت دکھانے والا تسلیم شدہ پروگرام ہے۔ اسی طرح پنجاب حکومت کا "ویمن آن ویلز" پروگرام خواتین کو سماجی و معاشی اعتبار سے بااختیار بنانے میں درپیش ایک بڑی رکاوٹ یعنی محفوظ ٹرانسپورٹ کی شدید قلت کو دور کرنے کے لئے سرگرم عمل ہے اور ایسے حالات پیدا کر رہا ہے جن میں خواتین کسی بدنامی کے خوف کے بغیر موٹر سائیکل پر سوار ہوسکیں۔

معاشی شمولیت اور مواقع کے اعتبار سے پاکستان کا رینک بدستور 143 ہے۔ کمائی ہوئی اندازاً آمدنی کے اعتبار سے مردوں کے مقابلے میں خواتین کے تناسب میں کچھ بہتری آئی ہے جو 2016 میں 0.23 تھا اور 2017 میں 0.19 ہوگیا۔ تاہم ایک ہی عہدے اور ایک ہی استحقاق پر خواتین کو آج بھی کم معاوضہ ملتا ہے اور پاکستان کا رینک 114 سے مزید بگڑ کر 2017 میں 115 ہوگیا ہے۔

یہاں ایک اور اہم سوال سامنے آتا ہے یعنی قائدانہ عہدوں پر خواتین کی موجودگی۔ پاکستان اس حوالے سے مسلسل بہتری کی جانب گامزن دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً پنجاب میں خواتین کی منصفانہ نمائندگی کے ایکٹ 2014 کے تحت چھ دستوری اداروں بشمول کمپنیوں کے بورڈز اور کمیٹیوں میں خواتین کی 33 فیصد نمائندگی لازم قرار دے دی گئی ہے۔ اس سے ان کی مینجمنٹ بہتر ہوتی ہے کیونکہ خواتین میں عام طور پر جلد بازی میں فیصلے کرنے کا امکان کم ہوتا ہے بلکہ وہ سب کی شمولیت، اتفاق رائے، طویل مدتی پائیداری اور رحمدلی پر زور دیتی ہیں۔ خواتین کی زیرقیادت یا ان کے ملکیتی سماجی کاروباری اداروں یا سوشل انٹرپرائزز کے بڑھتے رجحان کے پیش نظر وہ قیادت اور طرز حکمرانی کے نئے مواقع سے روشناس ہو رہی ہیں۔ پاکستان میں اس وقت 43 فیصد سوشل انٹرپرائزز خواتین کو بااختیار بنانے کے لئے کام کر رہے ہیں اور 20 فیصد مکمل طور پر خواتین کی زیرقیادت کام کر رہے ہیں۔ یہ اعداد و شمار ایک شاندار رجحان کی نشاندہی کرتے ہیں جس میں خواتین لیڈر بن رہی ہیں اور تبدیلی کے اشارے دیکھنے کو مل رہے ہیں۔

کسی ملک کو کسی بھی طرح کی ترقی اس وقت تک نصیب نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس کا سیاسی میدان مستحکم اور مضبوط نہ ہو۔ دنیا بھر کی کل پارلیمانی نشستوں کا صرف پانچواں حصہ خواتین کے پاس ہے۔ سیاسی طور پر بااختیار حیثیت کے اعتبار سے پاکستان کا رینک 95 سے گر کر 90 پر آچکا ہے (2016)۔ وفاقی سطح پر جہاں خواتین کی نمائندگی 7.6 فیصد (14-2013) ہے وہیں سول سروس میں بہتری کا ایک امید افزاء رجحان دیکھنے کو ملتا ہے جہاں خواتین کی بھرتی سال 2000 میں 9 فیصد تھی جو 2015 میں بڑھ کر 45 فیصد تک پہنچ گئی۔

اصل سوال یہ ہے کہ اگر خواتین کو قومی ترقی کی بحث میں شامل نہیں کیا جائے گا تو اس بحث سے جنم لینے والی پالیسیاں اور قوانین کس طرح صنفی تقاضوں سے ہم آہنگ بنیں گی؟ سب کی شمولیت اور صنفی برابری محض کاغذوں تک محدود نہیں ہونی چاہئے بلکہ عملاً اسے حقیقت کی شکل ملنی چاہئے۔ لہٰذا یہ خواتین کی بااختیار حیثیت ہی ہے جو صنفی برابری کے لئے کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ خواتین کو بااختیار بنانے کے اقدامات میں خواتین کی بلامعاوضہ نگہداشت اور گھریلو کام کو تسلیم کرنا، اصناف کے درمیان معاوضہ کے فرق کو دور کرنا اور قیادت میں اصناف کے درمیان پائے جانے والے خلاء کا ازالہ کرنا شامل ہیں۔

اصل ضرورت اتحاد کی ہے۔ نوع انسانی کے ہر فرد کو ترقی کے تمام پہلوؤں میں ضم کرنا جتنا ناگزیر آج ہے اتنا پہلے کبھی نہ تھا۔ پائیدار ترقی کے عالمی مقاصد کی شکل میں دنیا نے ایجنڈا 2030 میں تسلیم کیا کہ سب کی بہتر شمولیت پر مبنی باہم مربوط سوچ اور لائحہ عمل بہت ضروری ہے۔

عالمی معیشت میں ایک ایسی افزائش کا عمل پیدا کرنے کی جدوجہد جاری ہے جو سب کو بہتر زندگی گزارنے کے قابل بنائے لیکن خواتین کو اپنی اصل استعداد کے مطابق اپنا کردار ادا کرنے میں رکاوٹیں درپیش ہیں۔ اس ضمن میں صنفی اہداف اور صنفی اعتبار سے سب کی شمولیت پر مبنی ترقیاتی فریم ورکس میکرو سطح پر تبدیلی لا سکتے ہیں۔ میکرو سطح پر اگر تمام سماجی و معاشی اور سیاسی فورمز میں خواتین کی مثبت بااختیار حیثیت کے ذریعے صنفی برابری پیدا کرنا ہے تو بنیادی خدمات مثلاً تعلیم، صحت، ٹرانسپورٹ اور تحفظ کی آسان اور باکفایت رسائی اور دستیابی بھی یقینی بنانا ہوگی۔ دنیا بھر کے لوگوں کو اگر ان چیلنجوں پر پورا اترنا ہے تو اس کے لئے معیشت اور معاشرت میں زیادہ قوت اور زیادہ تنوع پیدا کرنا ہوگا۔ طرز فکر ہر ایک کا اپنا اپنا نہیں ہونا چاہئے بلکہ یہ "سب کے لئے ایک اور ایک کے لئے سب" والا ہونا چاہئے!

1 گلوبل کیمپین فار ایجوکیشن، امریکہ، Educate Girls, Change the World۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: http://campaignforeducationusa.org/topic/detail/whats-happening-with-girls-education

تجزیئے

صنفی مساوات اور پائیدار ترقی

نوٹ : مرکزی تجزیہ کی تحریر میں محترمہ عائشہ مختار (پروگرام لیڈ، وائلنس اگینسٹ ویمن، گورننس اینڈ ہیومن رائٹس، یو این ویمن پاکستان) کی آراء بھی شامل ہیں۔

دنیا کو درپیش وسیع نوعیت کے چیلنجوں سے نمٹنے کے لئے اقوام متحدہ کی رکن 193 ریاستوں نے پائیدار ترقی کے عالمی مقاصد (ایس ڈی جیز) کی منظوری دی جن میں 17 مقاصد، 169 اہداف اور 232 اشاریئے شامل ہیں۔ یہ چیلنج ماحولیاتی مسائل مثلاً تبدیلی آب وہوا سے نمٹنے، غربت کے خاتمے اور عدم مساوات کو دور کرنے، اور امن و پائیدار انصاف کے لئے سازگار ماحول کے گرد گھومتے ہیں۔ کئی شعبوں سے جڑا ایک اہم موضوع جو ان مقاصد کو آپس میں جوڑتا ہے، یہ تھا کہ ان ریاستوں نے صنفی برابری اور خواتین کو بااختیار بنانے کے پختہ عزم کا اظہار کیا۔ صنفی برابری ایک ایسا پہلو ہے جو ان تمام مقاصد کے حصول کی راہ ہموار کرتا ہے اور اس عمل کو تیز کرتا ہے۔ پائیدار ترقی کے ایجنڈا 2030 پر صنفی تقاضوں کے مطابق عملدرآمد کی صورت میں نہ صرف مقصد نمبر 5 (صنفی برابری) کے حصول کا موقع پیدا ہو جاتا ہے بلکہ یہ تمام 17 مقاصد پر پیشرفت میں بھی اپنا کردار ادا کرتا ہے (جدول 1)۔

صنفی برابری کے حوالے سے ماضی میں کئے گئے معاہدوں اور وعدوں سے جو بنیادیں استوار ہو چکی تھیں انہوں نے ایس ڈی جیز کے فریم ورک کے لئے بنیاد کا کام دیا (جدول 2)۔ ایس ڈی جیز میں ''ڈھانچہ جاتی صنفی عدم مساوات کے پہلوؤں'' کو بھی ہدف بنایا گیا ہے جن کا ازالہ کرنے میں ہزاریہ ترقیاتی مقاصد (ایم ڈی جیز) ناکام رہے تھے۔ لہٰذا یہ صنفی برابری قائم کرنے اور بالخصوص صنفی تشدد کے خاتمہ کے لئے زیادہ مضبوط فریم ورک مہیا کرتے ہیں۔ ایک بات تو طے ہے کہ خواتین کے حقوق کی صحیح معنوں میں پاسداری تبھی ممکن ہے کہ انہیں کرہ ارض کے تحفظ کی وسیع تر کاوش کا حصہ بنا دیا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کی بااختیار حیثیت کو ترقی کے ہر شعبے اور ہر رخ میں شامل کر دیا جائے۔ اور آخری بات، ترقی تبھی پائیدار ہو سکتی ہے کہ اس کے ثمرات سے مرد اور عورتیں دونوں برابر مستفید ہوں۔

صنفی برابری اور خواتین کی بااختیار حیثیت عالمی سطح پر

متعدد عالمی معاہدوں اور ایس ڈی جیز کو اپنانے کے باوجود صنفی عدم مساوات مختلف شکلوں میں بدستور اپنی جگہ موجود ہے۔ صنفی عدم مساوات مردوں اور عورتوں کے درمیان طاقت کی غیر مساویانہ تقسیم کا نتیجہ ہے جو جاری بنیاد پر امتیاز، قوانین، پالیسیوں اور اداروں کی کمزوریوں اور عدم مساوات کو عام شکل دینے والے سماجی تعلقات کے ہاتھوں مزید بگڑ جاتی ہے۔ دوسری جانب صنفی مساوات عورتوں اور مردوں، لڑکیوں اور لڑکوں کے لئے مساوی مواقع، حقوق اور ذمہ داریوں کا نام ہے۔

خواتین کی بااختیار حیثیت ایک معاشی وسماجی تقاضا ہے۔ پرائمری سکول عمر کے 72 ملین بچے آج بھی سکول نظام سے باہر ہیں جن میں سے دو تہائی لڑکیاں ہیں۔ ہزاریہ ترقیاتی مقاصد میں سے ایک مقصد جس میں کامیابی کا تناسب کم رہا، زچہ کی صحت سے متعلق تھا۔ ہر سال 10 سے 15 ملین عورتیں حمل یا بچے کی پیدائش کے دوران پیچیدگیوں کے باعث طویل مدتی معذوری کا شکار ہو جاتی ہیں۔ متعلقہ قومی پارلیمانوں میں صرف 18 فیصد نشستیں خواتین کے پاس ہیں۔ اور پوری دنیا میں لاتعداد خواتین تشدد کے خوف میں مبتلا زندگی گزار رہی ہیں۔ پالیسیاں، قانونی فریم ورکس اور انصاف کے نظام تو اپنی جگہ موجود ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ صنف کی بنیاد پر معاشی اور سماجی عدم مساوات بھی ساتھ ساتھ چل رہی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب غیر موزوں ہیں یا ان پر عملدرآمد کمزور رہے۔

صنفی مساوات کا فروغ ایک ایسی خوشحال، محفوظ اور پرامن دنیا کے قیام کے لئے ناگزیر ہے جس میں خواتین کو صحت کی سہولیات، تعلیم اور معاشی افزائش تک بہتر رسائی میسر ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معیشتیں پھلتی پھولتی ہیں اور معاشرے زیادہ پرامن رہتے ہیں۔ اس کے برعکس جہاں خواتین اور لڑکیوں کے ساتھ کم حیثیت افراد جیسا سلوک کیا جائے وہاں محدود تعلیم، روزگار کے ناقص مواقع، خراب صحت، زبردستی کی شادیوں اور متواتر تشدد واستحصال کا ایک شیطانی چکر چل نکلتا ہے اور دوام پکڑ لیتا ہے۔ لڑکیوں کے لئے بہتر معاونت پر زور دینے سے اس شیطانی چکر کو اچھائی کے چکر میں بدلنے کا موقع پیدا ہو جاتا ہے جو خواتین کو ان کے خاندان اور کمیونٹی میں مرکزی حیثیت دلاتا ہے۔ خواتین پر سرمایہ کاری نہ صرف قومی سطح پر بلکہ سطح پر بھی طویل مدتی سماجی ومعاشی ثمرات کی وعید ہے۔ مثال کے طور پر خواتین تعلیم یافتہ ہوں گی تو وہ ایسی مہارتوں سے لیس ہوں گی جن کی بدولت وہ بہتر فیصلے کر سکیں گی جو وقت کے ساتھ اپنا اثر دکھائیں گے اور انہیں اس قابل بنائیں گے کہ وہ اپنے خاندان اور اپنی کمیونٹیز کو غربت سے نکال سکیں۔

پاکستان: خواتین کو بااختیار بنانے والے عوامل اور اس میں درپیش مشکلات

گزشتہ کئی سالوں سے ملک میں اس لحاظ سے شاندار بہتری دیکھنے میں آئی ہے کہ خواتین اپنی مہارتوں اور دانشورانہ صلاحیتوں کا لوگوں کے سامنے اظہار کرنے کے قابل ہو گئی ہیں اور انہیں عملی جامہ پہنانے کے لئے انہیں نئی راہیں مل رہی ہیں۔ معیاری تعلیم اور صحت سہولیات تک خواتین کی رسائی محض خواتین کو بااختیار بنانے کے لئے ہی نہیں بلکہ درحقیقت مجموعی ترقی کے لئے بھی ایک بنیادی شرط ہے۔ شماریاتی رجحانات ظاہر کرتے ہیں کہ پاکستان کی خواتین کا متوقع عرصہ حیات اب طویل ہو گیا ہے، زچہ کی صحت میں بہتری آئی ہے اور زچہ کی اموات کی شرح کم ہو رہی ہے، تولیدی نگہداشت تک رسائی میں اضافہ ہوا ہے اور تعلیم کے مواقع بڑھ گئے ہیں۔ یہ پیشرفت خواتین کو بااختیار بنانے اور ان کی صلاحیتیں بہتر بنانے اور انہیں بروئے کار لانے کی کوششوں میں اضافہ پر پاکستان کے بڑھتے عزم کا عندیہ دیتی ہے۔

یہ باتیں اپنی جگہ، لیکن صنفی خلاء کے عالمی انڈکس، جس میں متعدد سماجی و معاشی کیٹیگریز میں مردوں اور خواتین کے درمیان پائے جانے والے خلاء کا احاطہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، پر 2017 میں پاکستان 144 ممالک میں 143 ویں رینک پر رہا۔[1] صنفی ترقی انڈکس پر پاکستان کا سکور 0.726 رہا جس میں پاکستان افغانستان سے اوپر اور بھارت سے نیچے رہا ہے جس کا سکور 0.795 ہے (جدول 3)۔[2] یہ سکور ظاہر کرتا ہے کہ صنفی تفاوت کے معاملے میں پاکستان سب سے نیچے آنے والے ملکوں کی صف میں کھڑا ہے۔

ملک کے آبادیاتی پہلو اور کئی دیگر عوامل بشمول تعلیم، روزگار، صحت اور معاشرتی محرکین، جن پر انہی سطور میں آگے بات کی گئی ہے، سب اس صورتحال کا جزو لازم ہیں۔

صحت

گزشتہ دو دہائیوں کے دوران خواتین کی صحت کے متعدد اشاریوں میں بہتری کا رجحان دیکھنے میں آیا ہے۔ خواتین کا متوقع عرصہ حیات 2000 میں 65 سال تھا جو 2013 میں بڑھ کر 68 سال تک پہنچ گیا[4]، بارآوری

1 ورلڈ اکنامک فورم (2017)۔ ''گلوبل جنڈر گیپ رپورٹ 2017''۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: http://www3.weforum.org/docs/WEF_GGGR_2017.pdf
2 یو این ڈی پی (2015)۔ ''ہیومن ڈویلپمنٹ رپورٹ 2015''۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: http://hdr.undp.org/sites/default/files/2015_human_development_report.pdf
3 ایضاً
4 حکومت پاکستان نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پاپولیشن سٹڈیز۔ ''پاکستان ڈیموگرافک اینڈ ہیلتھ سروے 2012-13''۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: http://www.nips.org.pk/abstract_files/PDHS%20Final%20Report%20as%20of%20Jan%2022-2014.pdf

جدول 1: صنف سے متعلق پائیدار ترقی کے عالمی مقاصد

ایس ڈی جی مقاصد	صنف سے متعلق اشاریہ
مقصد نمبر 1: ہر جگہ ہر طرح کی غربت کا خاتمہ	1.1: سب لوگوں کے لئے انتہائی غربت کا خاتمہ۔ 1.2: غربت کی زندگی بسر کرنے والے ہر عمر کے مردوں، عورتوں اور بچوں کے تناسب میں کم و بیش نصف تک کمی۔ 1.3: ملکی لحاظ سے موزوں سب کے لئے سماجی تحفظ کے نظاموں اور اقدامات پر عملدرآمد۔ 1.4: اس امر کو یقینی بنانا کہ تمام مردوں اور خواتین بالخصوص غریب اور غیر محفوظ افراد کو معاشی وسائل پر یکساں حقوق کے علاوہ بنیادی خدمات تک رسائی اور اراضی و جائیداد کی دیگر صورتوں، وراثت، قدرتی وسائل، موزوں نئی ٹیکنالوجی اور مالی وسائل پر کنٹرول میسر ہو۔
مقصد نمبر 2: بھوک کا خاتمہ، خوراکی سلامتی کا قیام اور بہتر غذائیت اور پائیدار زراعت کا فروغ	2.1: بھوک کا خاتمہ اور سب کی رسائی یقینی بنانا۔ 2.2: ہر طرح کی ناقص غذائیت کا خاتمہ... اور بلوغت کی عمر کی لڑکیوں، حاملہ اور دودھ پلانے والی خواتین کی غذائی ضروریات پوری کرنا۔ 2.2: زرعی پیداواری صلاحیت اور چھوٹے پیمانے پر خوراک پیدا کرنے والوں بالخصوص خواتین کی آمدنیاں دوگنا کرنا۔
مقصد نمبر 3: سب کے لئے ہر عمر میں صحت مند زندگیاں یقینی بنانا اور آسودہ حالی کو فروغ دینا۔	3.1: عالمی سطح پر زچہ کی شرح اموات میں کمی۔ 3.1: نومولود بچوں کی شرح اموات میں کمی۔ 3.3: ایڈز، تپ دق، ملیریا اور چشم پوشی کا شکار بڑی بیماریوں کی وباؤں کا خاتمہ اور ہیپاٹائٹس، پانی سے پیدا ہونے والے امراض اور دیگر متعدی امراض سے نمٹنا۔ 3.4: غیر متعدی امراض سے قبل از وقت اموات میں ایک تہائی تک کمی۔ 3.7: جنسی اور تولیدی حفظان صحت خدمات تک سب کی رسائی یقینی بنانا۔
مقصد نمبر 4: سب کی شمولیت پر مبنی مساویانہ معیاری تعلیم یقینی بنانا اور سب کے لئے پورے عرصہ حیات کے دوران سیکھنے کے مواقع کا فروغ	4.1: یقینی بنانا کہ تمام لڑکیاں اور لڑکے مفت، مساویانہ اور معیاری پرائمری و سیکنڈری تعلیم مکمل کریں۔ 4.2: یقینی بنانا کہ تمام لڑکوں اور لڑکیوں کو اوائل بچپن کی معیاری نشوونما، نگہداشت اور قبل از پرائمری تعلیم تک رسائی میسر ہو۔ 4.3: تمام خواتین اور مردوں کے لئے باکفایت اور معیاری تکنیکی، پیشہ ورانہ اور ثانوی بشمول یونیورسٹی تعلیم تک مساوی رسائی یقینی بنانا۔ 4.4: ایسے نوجوانوں اور بالغ افراد کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ جو روزگار سے متعلقہ مہارتوں بشمول تکنیکی و پیشہ ورانہ مہارتوں کے حامل ہوں۔ 4.5: تعلیم میں صنفی تفاوت ختم کرنا اور ہر سطح کی تعلیم تک مساوی رسائی یقینی بنانا۔ 4.6: یقینی بنانا کہ تمام نوجوان اور بالغ افراد، مرد اور عورتیں دونوں، خاطر خواہ تناسب میں خواندہ ہوں اور حساب کتاب کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ 4.7: یقینی بنانا کہ تمام سیکھنے والے پائیدار ترقی کے فروغ کے لئے درکار علم اور مہارتیں حاصل کریں۔ 4.a: ایسی تعلیمی سہولیات کی تعمیر اور انہیں اپ گریڈ کرنا جو بچوں، معذور افراد اور صنف کے تقاضوں کے مطابق ہوں اور سب کے لئے سیکھنے کا محفوظ، غیر متشدد، سب کی شمولیت پر مبنی اور موثر ماحول فراہم کریں۔
مقصد نمبر 5: صنفی مساوات قائم کرنا اور تمام خواتین اور لڑکیوں کو بااختیار بنانا۔	5.1: ہر جگہ تمام خواتین اور لڑکیوں کے خلاف ہر طرح کے امتیاز کا خاتمہ۔ 5.2: تمام خواتین کے خلاف ہر طرح کے تشدد کا خاتمہ۔ 5.3: تمام ضرر رساں مروجہ طریقوں مثلاً بچپن کی، کم عمری کی اور زبردستی کی شادی اور خواتین کے نسوانی اعضاء مسخ کرنے کی رسموں کا خاتمہ۔ 5.4: بلا معاوضہ نگہداشت اور گھریلو کام کو تسلیم کرنا اور اسے اہمیت دینا۔ 5.5: ہر سطح کی فیصلہ سازی میں خواتین کی بھرپور اور موثر شمولیت اور قیادت کے مساویانہ مواقع یقینی بنانا۔ 5.6: جنسی و تولیدی صحت اور تولیدی حقوق تک سب کی رسائی یقینی بنانا۔ 5.a: عورتوں کو مساوی حقوق دینے کے لئے اصلاحات کرنا۔ 5.b: خواتین کی بااختیار حیثیت کے فروغ کے لئے سازگار ٹیکنالوجی کے استعمال میں اضافہ۔ 5.c: صنفی مساوات کے فروغ کے لئے عمدہ پالیسیاں اور قابل نفاذ قوانین اپنانا اور انہیں مستحکم بنانا۔
مقصد نمبر 8: دیرپا، سب کی شمولیت پر مبنی اور پائیدار معاشی افزائش، بھرپور ثمر آور روزگار اور سب کے لئے شائستہ کام کا فروغ۔	8.3: ترقی پر مبنی ایسی پالیسیوں کا فروغ جو ثمر آور سرگرمیوں، شائستہ روزگار پیدا کرنے، انٹرپرینیورشپ، تخلیقی سوچ اور جدت میں مدد دیں اور مائیکرو، چھوٹے اور درمیانے حجم کے کاروباری اداروں کو باضابطہ شکل دینے اور ان کی افزائش پر حوصلہ افزائی کریں جس کا ایک طریقہ مالی خدمات تک رسائی ہے۔ 8.5: سب کے لئے بھرپور اور ثمر آور روزگار اور شائستہ کام کا حصول۔ 8.6: ایسے نوجوانوں کے تناسب میں خاطر خواہ کمی جو روزگار، تعلیم یا تربیت میں نہیں۔ 8.7: جبری مشقت، جدید غلامی اور انسانی سمگلنگ کے خاتمہ کے لئے فوری اور موثر اقدامات کرنا اور بچوں سے مشقت کی بدترین شکلوں کی ممانعت اور خاتمہ یقینی بنانا۔ 8.8: مزدوروں کے حقوق کا تحفظ اور سب کے لئے کام کرنے کے محفوظ ماحول کا فروغ۔ 8.10: ملکی مالیاتی اداروں کی استعداد مستحکم بنانا کہ وہ سب کے لئے بینکاری، بیمہ اور مالیاتی خدمات تک رسائی پر حوصلہ افزائی کریں اور اسے وسعت دیں۔
مقصد نمبر 10: ملکوں کے اندر اور ان کے درمیان عدم مساوات کو ختم کرنا۔	10.2: سب کو سماجی، معاشی اور سیاسی شمولیت کے لئے بااختیار بنانا اور اسے فروغ دینا۔ 10.3: امتیازی قوانین، پالیسیوں اور مروجہ طریقوں کے خاتمہ کے ذریعے مساوی مواقع یقینی بنانا اور نتائج و ثمرات کی عدم مساوات ختم کرنا اور اس ضمن میں موزوں قوانین، پالیسیوں اور اقدامات کا فروغ۔ 10.4: بہتر مساوات قائم کرنے کے لئے پالیسیاں بالخصوص مالی، اجرتی اور سماجی تحفظ کی پالیسیاں اپنانا اور اس عمل کو بتدریج بڑھانا۔
مقصد نمبر 11: شہروں اور انسانی آبادیوں کو سب کی شمولیت پر مبنی، محفوظ، مشکلات کے مقابلے کی صلاحیت کی حامل اور پائیدار بنانا۔	11.1: سب کے لئے موزوں، محفوظ اور باکفایت رہائش اور بنیادی خدمات تک رسائی یقینی بنانا۔ 11.2: سب کے لئے محفوظ، باکفایت، قابل رسائی اور پائیدار ٹرانسپورٹ نظاموں تک رسائی کی فراہمی۔ 11.7: سب کو محفوظ، سب کی شمولیت پر مبنی اور قابل رسائی، گرین اور عوامی مقامات تک رسائی فراہم کرنا۔
مقصد نمبر 13: تبدیلی آب و ہوا اور اس کے اثرات سے نمٹنے کے لئے فوری اقدام کرنا۔	13.3: تبدیلی آب و ہوا کی شدت میں کمی، طرز زندگی اس کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنے، اثرات میں کمی اور قبل از وقت انتباہ پر انسانی و ادارہ جاتی استعداد اور شعور و آگہی بہتر بنانا۔ 13.B: پسماندہ ممالک اور چھوٹی جزیرہ ترقی پذیر ریاستوں میں تبدیلی آب و ہوا سے متعلق موثر منصوبہ بندی اور مینجمنٹ کے لئے استعداد بہتر بنانے کے نظاموں کو فروغ دینا جس میں خواتین، نوجوانوں اور مقامی و محروم کمیونٹیز پر خصوصی توجہ دینا بھی شامل ہو۔
مقصد نمبر 16: پائیدار ترقی کے لئے پر امن اور سب کی شمولیت پر مبنی معاشروں کا فروغ، سب کے لئے انصاف تک رسائی کی فراہمی اور ہر سطح پر موثر، قابل احتساب اور سب کی شمولیت پر مبنی اداروں کی تعمیر۔	16.1: ہر جگہ ہر طرح کے تشدد اور متعلقہ اموات کی شرح میں نمایاں کمی۔ 16.7: ہر سطح پر متعلقہ تقاضوں سے ہم آہنگ، سب کی شمولیت پر مبنی اور نمائندہ فیصلہ سازی یقینی بنانا۔ 16.10: اطلاعات تک عوامی رسائی یقینی بنانا اور ملکی قوانین اور بین الاقوامی معاہدوں کے مطابق بنیادی آزادیوں کا تحفظ کرنا۔ 16.B: پائیدار ترقی کے لئے غیر امتیازی قوانین اور پالیسیوں کا فروغ اور نفاذ۔

جدول 2: صنفی برابری پر پاکستان کی طرف سے اپنائے گئے اہم عالمی معاہدے

بین الاقوامی کنونشن	کب منظور کیا گیا	اس کے نتیجے میں کیا ہوتا ہے
خواتین کے خلاف ہر طرح کے امتیاز کے خاتمہ کا کنونشن	1979	-محض مواقع میں برابری کے بجائے نتائج میں برابری پر زور دیتا ہے -امتیاز کی تعریف طے کرتا ہے اور اس کے خاتمہ کے لئے ایسے اقدامات کا تعین کرتا ہے جو ریاستوں کے لئے کرنا لازم ہیں مخصوص شعبوں میں خواتین کے حقوق کو باقاعدہ تسلیم کرتا ہے اور توثیق، نگرانی، رپورٹنگ اور ضابطے کے دیگر امور کا اہتمام کرتا ہے
دی بیجنگ پلیٹ فارم فار ایکشن	1995	-صنف کو مرکزی دھارے میں لانے کے ایک طریقہ کار کے طور پر پہلے عالمی معاہدے کا کام دیتا ہے جس کے تحت خواتین کی بااختیار حیثیت یقینی بنائی جائے گی -اس میں مسائل کا صنفی تجزیہ اور پریشانی کا باعث 12 اہم شعبوں میں موجود مواقع اور ان اقدامات کے واضح اور متعلقہ معیارات شامل ہیں جن پر عملدرآمد ہونا ہے
خواتین کے خلاف تشدد کے خاتمہ پر اقوام متحدہ کا اعلامیہ	1993	-انسانی حقوق کا پہلا بین الاقوامی معاہدہ جو خواتین کے خلاف تشدد کے مسئلے کا بلا شرکت غیرے اور واشگاف انداز میں ازالہ کرتا ہے -صنف کی بنیاد پر بدسلوکی کی تعریف طے کرتا ہے، اسے "صنفی تشدد کا ایسا کوئی بھی فعل قرار دیتا ہے جس کے نتیجے میں یا ممکنہ نتیجے کے طور پر خواتین کو جسمانی، جنسی یا نفسیاتی ضرر یا تکلیف پہنچے جس میں اس طرح کے فعل، جبر کی دھمکیاں یا آزادی سے من مانی محرومی بھی شامل ہیں، چاہے وہ عوامی سطح پر رونما ہوں یا نجی زندگی میں"
آبادی اور ترقی پر بین الاقوامی کانفرنس	1994	-اس لحاظ سے ایک سنگ میل ہے کہ یہ خواتین کی برابری اور بااختیار حیثیت کو ایک عالمی ترجیح کے طور پر تسلیم کرتا ہے، جو غربت کے خاتمے اور افزائش آبادی میں استحکام کی جانب ایک ناگزیر قدم ہے
خواتین، امن اور سلامتی کا فریم ورک اور وعدے	ان میں خواتین، امن اور سلامتی پر سلامتی کونسل کی قرارداد نمبر 1325 (سال 2000) اور 1889 (سال 2009) کے علاوہ جنسی تشدد اور مسلح تنازعہ پر قرارداد نمبر 1829 (سال 2008)، 1888 (سال 2009)، 2106 (سال 2013) اور 2122 (سال 2013) شامل ہیں۔	- تنازعات کی روک تھام اور تصفیہ کے ہر پہلو بشمول قیام امن اور فروغ امن کی کوششوں میں قائدانہ عہدوں پر خواتین کے کردار کو وسعت دینے اور قانون کی حکمرانی اور انسانی حقوق کے احترام کے فریم ورک میں خواتین اور لڑکیوں کا تحفظ بہتر بنانے کے لئے اقوام متحدہ کمیونٹی کی کوششوں کے لئے بنیاد کا کام دیتی ہیں
اقوام متحدہ فریم ورک کنونشن برائے تبدیلی آب وہوا - COP-18	2012	- صنفی توازن پر ہونے والی پیشرفت پر نظر رکھنے، COP کے آئندہ ایجنڈوں میں مستقل طور پر صنفی مساوات اور تبدیلی آب وہوا کو شامل کرنے، COP-19 پر یو این ایف سی سی عمل کے تحت صنفی توازن پر ورکشاپ کے اہتمام اور یو این ایف سی سی عمل میں خواتین کی بہتر شمولیت کے فروغ کے لئے استعداد میں بہتری کی سرگرمیوں اور صنفی تقاضوں سے ہم آہنگ آب وہوا پالیسی کے لئے نظاموں پر زور دیتا ہے
ہیوگو فریم ورک فار ایکشن	2005	-اس کا مقصد 2015 تک آفات کے نقصانات میں خاطر خواہ کمی کے لئے اقوام اور کمیونٹیز میں آفات کے مقابلے کی صلاحیت بہتر بنانا ہے - آفات کے خطرات کی ہر طرح کی مینجمنٹ بشمول خطرات کے تجزیوں اور بروقت انتباہ کے نظاموں میں صنفی نقطہ نظر کو ضم کرنے کا طریقہ مہیا کرتا ہے
ایکرا ایجنڈا فار ایکشن (اے اے اے)	2008	-ترقی پذیر ممالک اور عطیہ دہندگان نے اس امر کو یقینی بنانے کا عہد کیا کہ وہ اپنی اپنی ترقیاتی پالیسیاں اور پروگرام صنفی برابری، انسانی حقوق، معذوری اور ماحول کی پائیداری پر طے شدہ بین الاقوامی وعدوں سے ہم آہنگ طریقوں پر وضع کریں گے اور ان پر عملدرآمد کریں گے
موثر ترقیاتی تعاون کی بوسان پارٹنر شپ	2011	-یہ اس امر کو تسلیم کرتی ہے کہ صنفی مساوات اور خواتین کی بااختیار حیثیت ترقی کے نتائج کے حصول کے لئے ناگزیر ہیں اور اس میں درج ذیل پر کوششیں بہتر بنانے اور انہیں وسعت دینے پر اتفاق کیا گیا: (1) صنف کے لحاظ سے الگ الگ ڈیٹا پر مبنی اطلاعاتی نظاموں میں بہتری۔ (2) صنفی مساوات اور خواتین کی بااختیار حیثیت کے اہداف کو احتساب کے نظاموں میں ضم کرنا۔ (3) ترقیاتی سرگرمیوں بشمول فروغ امن اور ریاستی تعمیر کے تمام پہلوؤں میں صنفی برابری اور خواتین کی بااختیار حیثیت کو پیش نظر رکھنا
ہزاریہ ترقیاتی مقاصد	2000-2015	-ان مقاصد نے خواتین کے حقوق، خواتین کی بااختیار حیثیت اور صنفی برابری سمیت مختلف امور کے سابقہ معاہدوں کو کلیدی مقاصد، اہداف اور ترقیاتی کمیونٹی کے بنیادی معیارات کے واحد مجموعے کی شکل دے دی۔ -ہزاریہ اعلامیہ کی روشنی میں اب تک متعدد دستاویزات میں یہ بات واضح کی جا چکی ہے کہ صنفی مساوات بذات خود ایک حق بھی ہے اور ترقی کا ایک محرک بھی

ذریعہ: یو این ڈی پی۔ Gender Equality Strategy 2014-2017: The Future We Want: Rights and Empowerment ضمیمہ 2: Key Global and Regional Commitments to Gender Equality۔

جدول 3: صنفی ترقی انڈکس (جی ڈی آئی) اور ہیومن ڈویلپمنٹ انڈکس (ایچ ڈی آئی) بلحاظ صنف

	جی ڈی آئی	ایچ ڈی آئی		پیدائش پر متوقع عرصہ حیات (سال)		سکول تعلیم کے سالوں کی متوقع تعداد		سکول تعلیم کے اوسط سال		فی کس آمدنی (2011 PPP $)	
		خواتین	مرد	خواتین	مرد	خواتین	مرد	خواتین	مرد	خواتین	مرد
سری لنکا	0.948	0.730	0.769	78.2	71.5	14.2	13.3	10.7	10.9	5,452	14.307
مالدیپ	0.937	0.678	0.723	77.8	75.8	12.8	12.5	5.7	6.0	8,531	16,073
بھارت	0.795	0.525	0.660	69.5	66.6	11.3	11.8	3.6	7.2	2,116	8,656
بھوٹان	0.897	0.572	0.638	69.7	69.2	12.8	12.6	2.0	4.1	5,733	8,418
بنگلہ دیش	0.917	0.541	0.590	72.9	70.4	10.3	9.7	4.5	5.5	2,278	4,083
نیپال	0.908	0.521	0.574	71.1	68.2	12.5	12.2	2.3	4.5	1,956	2,690
پاکستان	0.726	0.436	0.601	67.2	65.3	7.0	8.5	3.1	6.2	1,450	8,100
افغانستان	0.600	0.328	0.546	61.6	59.2	7.2	11.3	1.2	5.1	506	3,227
جنوبی ایشیا	0.801	0.525	0.655	69.6	67.1	10.8	11.3	3.7	6.9	2,198	8,827
عرب ریاستیں	0.849	0.611	0.719	72.7	68.8	11.6	12.3	4.9	6.9	5,686	24,985
مشرقی ایشیا اور پیسیفک	0.948	0.692	0.730	76.0	72.2	13.0	12.8	6.9	8.0	9,017	13,780
یورپ اور وسطی ایشیا	0.945	0.719	0.760	76.1	68.5	13.5	13.8	9.0	10.0	8,238	17,780
لاطینی امریکہ اور کریبین	0.976	0.736	0.754	78.2	71.7	14.4	13.7	8.0	8.1	10,194	18,435
سب صحارا افریقہ	0.872	0.480	0.550	59.7	57.1	9.1	10.3	4.2	6.0	2,626	4,148
ترقی پذیر ممالک	0.899	0.617	0.686	71.7	68.0	11.6	11.9	5.4	7.3	5,926	12,178
دنیا	0.924	0.670	0.725	73.7	69.5	12.2	12.4	6.2	7.9	10,296	18,373

ذریعہ: یو این ڈی پی (2015)، ''ہیومن ڈویلپمنٹ رپورٹ 2015''۔[3]

کی شرح 2000 سے 2013 کے دوران 4.5 سے کم ہو کر 3.2 تک آ گئی ہے، زچہ کی شرح اموات میں بھی کمی آئی ہے جو ایک ہزار زندہ بچوں کی پیدائش پر 2000 میں 280 تھی اور 2013 میں 170 تک کم ہو گئی۔ یہ تمام حقائق خواتین کو صحت کے اعتبار سے بااختیار بنانے کی نشاندہی کرتے ہیں۔

تاہم صنفی خلاء کی عالمی رپورٹ 2017 کے مطابق خواتین کی صحت کی سبب گھرانوں میں خواتین کی خودمختاری کا فقدان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ رویئے ہمارے ملک میں خواتین کی صحت کی کیفیت میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں کیونکہ یہ فیصلے کرنا مردوں کا کام ہے کہ خواتین حفظان صحت کی سہولیات کہاں سے اور کب حاصل کریں گی۔ بعض صورتیں ایسی بھی ہیں کہ جن میں خواتین خود اپنی کسی بیماری کو نظرانداز کرتی رہتی ہیں یا بعض بیماریوں کے علاج کے لئے کچھ نہیں کرتیں تو یہ روش بھی خواتین کی صحت کے ناقص نتائج میں اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ محدود

ایک اور عامل جو خواتین کی صحت کے ناقص نتائج میں اپنا کردار ادا کرتا ہے، خواتین کو درپیش خوراک کی عدم تحفظ کا پیہم مسئلہ ہے۔ یہ مالی، سماجی اور سیاسی طور پر پوری طرح بااختیار نہ ہونے کا براہ راست اثر ہے جو سنگین مضمرات کا حامل ہے کیونکہ یہ آنے والی نسلوں پر بھی اپنا اثر دکھاتا ہے۔ پاکستان ان تین اولین ملکوں میں شمار ہوتا ہے جہاں ناقص غذائیت کا شکار دنیا کے 50 فیصد بچے رہتے ہیں۔ دوران حمل ملک میں صرف 22 فیصد خواتین 90 دن یا زائد کے لئے آئرن سپلیمنٹ لیتی ہیں[6]، 41.7

جدول 4: حفظان صحت تک خواتین کی رسائی میں درپیش مسائل (2012-13)

	دولت کے لحاظ سے غریب ترین طبقہ	دولت کے لحاظ سے امیر ترین طبقہ	کوئی تعلیم نہیں	اعلیٰ تعلیم	دیہی	شہری	بلوچستان	خیبر پختونخواہ	پنجاب	سندھ
علاج معالجہ کی اجازت حاصل کرنے میں مسائل کا شکار خواتین کا فیصد تناسب	31.9	7.0	23.1	5.3	21.4	10.5	57.1	34.2	10.3	19.1
علاج معالجہ کے لئے رقم کے حصول میں مسائل کا شکار خواتین کا فیصد تناسب	54.3	9.2	39.7	6.5	36.1	17.1	62.4	57.0	19.5	32.4
علاج معالجہ میں دوری کے مسئلے کا شکار خواتین کا فیصد تناسب	65.1	14.1	46.5	12.6	47.1	17.0	60.7	63.0	25.7	43.5
علاج معالجہ کے لئے اکیلے نہ جانے کے مسائل کا شکار خواتین کا فیصد تناسب	75.5	35.0	58.7	34.4	61.2	37.1	73.1	75.1	45.1	56.2
حفظان صحت تک رسائی کے لئے ٹرانسپورٹ کے انتظامات میں مسئلے کا شکار خواتین کا فیصد تناسب	71.6	15.0	50.6	13.8	50.0	21.0	72.6	62.8	28.1	51.0
حفظان صحت تک رسائی میں کم و بیش ایک مسئلے کا شکار خواتین کا فیصد تناسب	87.0	39.7	70.7	38.9	72.3	45.3	81.3	85.2	55.3	66.5

ذریعہ: حکومت پاکستان نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پاپولیشن سٹڈیز، ''پاکستان ڈیموگرافک اینڈ ہیلتھ سروے 13-2012''۔

کیفیت میں بگاڑ آیا ہے اور پاکستان جس کی رینکنگ 2016 میں 124 تھی وہ 2017 میں 140 پر چلا گیا۔[5] ان انڈکس کی تیاری کے طریقہ کار سے متعلق خدشات اپنی جگہ لیکن پاکستان میں خواتین کو معیاری حفظان صحت تک رسائی میں واقعی مشکلات درپیش ہیں۔ ان میں سے ایک بڑا

نقل و حرکت، صحت کے اداروں کی دوری، حفظان صحت کے خواتین عملہ کی کمی، مالی وسائل کا فقدان اور تعلیمی آگاہی کی کمی جیسے مسائل بھی خواتین کی صحت کی ناقص کیفیت میں اپنا کردار ادا کرنے والے بڑے عوامل ہیں (جدول 4)۔

فیصد خواتین ناقص غذائیت کا شکار ہیں (عمر بلحاظ قد) اور 1 5 فیصد خواتین دوران حمل انیمیا کا شکار رہتی ہیں۔

گزشتہ ایک دہائی کے عرصے میں صحت پر سرکاری اخراجات جی ڈی پی

5 سپرا نوٹ 1

6 سپرا نوٹ 1

جدول 5: علاقے اور پس منظر کے اعتبار سے تعلیم کا فرق (خواتین)

	دولت کے لحاظ سے غریب ترین طبقہ	دولت کے لحاظ سے امیر ترین طبقہ	دیہی	شہری	اسلام آباد	بلوچستان	پنجاب	سندھ	خیبر پختونخواہ
بالغ خواتین کی شرح خواندگی	...	...	...	...	...	18	50	45	30
پرائمری میں داخلے کی نقد شرح (خواتین)	...	...	...	...	...	35	60	48	48
چار سال سے کم سکول تعلیم (پرائمری تعلیم کی عمر کی لڑکیوں کا فیصد تناسب جو سکول میں نہیں ہیں)	90	9	53	22	10	69	34	49	57
سکول سے باہر بچے (پرائمری تعلیم کی عمر کی لڑکیوں کا فیصد تناسب جو سکول میں نہیں ہیں)	64	5	36	16	10	54	19	47	34
تعلیم کے اوسط سال (20 سے 24 سال عمر کے گروپ میں سکول تعلیم کے حصول کے سالوں کی اوسط تعداد)	0.8	10.2	4.1	8.2	11.1	2.6	6.1	5.3	4.1
نوجوانوں کی شرح خواندگی (15 سے 24 سال عمر کی نوجوان خواتین کا فیصد تناسب جو ایک سادہ جملہ پڑھ سکتی ہیں)	15	91	52	88	94	32	75	66	49
پڑھائی کی بنیادی باتیں سیکھیں (کسی تجزیہ میں حصہ لینے والی لڑکیوں کا فیصد تناسب جو پڑھائی میں سیکھنے کے کم سے کم بین الاقوامی معیار پر پورا اتریں)	48	64	...	...	57	48	67	40	38
ریاضی کی بنیادی باتیں سیکھیں (کسی تجزیہ میں حصہ لینے والی لڑکیوں کا فیصد تناسب جو ریاضی میں سیکھنے کے کم سے کم بین الاقوامی معیار پر پورا اتریں)	44	58	...	...	60	37	56	27	34

ذریعہ: یونیسکو (2016)، "World Inequality Database on Education"۔[10]

کے 1.2 فیصد سے بھی کم رہے ہیں۔[7] لہٰذا کچھ عجب نہیں کہ خواتین کی صحت پر لگنے والی رقم اس سے بھی کم ہے۔ خواتین کی صحت پر سرمایہ کاری دوررس ثمرات لاتی ہے۔ اس سے صحت کے نتائج میں بہتری آتی ہے، غربت کم ہوتی ہے اور یہ معاشی افزائش کے فروغ میں بھی اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ اس نقطہ نظر سے نہ صرف وفاقی بلکہ صوبائی حکومتیں بھی متعدد پالیسیوں اور پروگراموں کے ذریعے ملک میں خواتین کی صحت بہتر بنانے میں دلچسپی لے رہی ہیں۔ کچھ مثالوں میں وفاقی سطح پر لیڈی ہیلتھ ورکرز پروگرام، سندھ اور پنجاب میں شعبہ صحت پر 20-2012 کے لئے جامع حکمت عملیاں، خیبر پختونخواہ میں زچہ و بچہ کی صحت کے لئے چوبیس گھنٹے سہولیات وغیرہ شامل ہیں۔ نجی شعبے کے علاوہ ترقیاتی پارٹنرز نے بھی ایک دوسرے کے ساتھ یا حکومت کے ساتھ اشتراک عمل کے ذریعے متعدد ایسے پروگرام شروع کئے ہیں جن کا مقصد ملک میں خواتین کی صحت میں بہتری لانا اور انہیں بااختیار بنانے کے عمل کو تیز کرنا ہے۔

تعلیم

بنیادی شرح خواندگی کا صنفی خلاء دور کرنے میں پاکستان نے خاطر خواہ پیشرفت دکھائی ہے۔ خواتین کی شرح خواندگی 2001 میں 29 فیصد تھی تو 2012 میں یہ 45 فیصد تک بڑھ گئی۔ پرائمری سطح پر لڑکیوں کے داخلے کی خام شرح اس وقت 81 فیصد ہے جو 2001 کی شرح 61 فیصد سے بڑھ کر یہاں تک پہنچی ہے۔ اس بہتری کے باوجود آج بھی لڑکوں کی تعلیم کو لڑکیوں کی تعلیم پر ترجیح دی جاتی ہے جس کا نتیجہ روزگار، آمدنی اور سیاسی نمائندگی میں شدید خلاء کی صورت میں سامنے آتا ہے۔[8] سکول سے باہر 25.0 ملین بچوں میں نصف سے زائد لڑکیاں ہیں۔

لڑکیوں کے سکول نہ جانے میں اپنا اثر دکھانے والے جن عوامل کی نشاندہی کی جاتی ہے ان میں جغرافیائی وجوہات (بشمول فاصلہ اور محدود نقل و حرکت)، والدین کی اجازت، مالی وسائل کی کمی اور یہ عام سوچ خاص طور پر قابل ذکر ہیں کہ وقت کے ساتھ لڑکوں کو تعلیم دلوانے کا معاشی فائدہ لڑکیوں کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے۔[9]

خواتین کو اپنی صنف کی بنیاد پر پیش آنے والی عدم مساوات کے جن پہلوؤں کا ذکر ہو چکا ہے ان سے قطع نظر بعض دیگر عوامل مثلاً دولت کی عدم مساوات اور / یا دیہی اور شہری تقسیم بھی تعلیم تک خواتین کی رسائی محدود کرتی ہے۔ دولت کے اعتبار سے غریب ترین طبقے یا دیہی علاقوں سے تعلق رکھنے والی لڑکیوں کے لئے دولت کے اعتبار سے بالائی طبقے یا شہری علاقوں کی لڑکیوں کے مقابلے میں تعلیمی مواقع تک رسائی محدود ہے۔ عدم مساوات کی یہ شکل کمزور تعلیمی کارکردگی کا باعث بھی بنتی ہے۔ جدول 5 سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہری علاقوں مثلاً پنجاب یا سندھ کی لڑکیاں بلوچستان کی لڑکیوں کے مقابلے میں بہتر کارکردگی دکھاتی ہیں۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ معاشی صورتحال اور جغرافیائی محل وقوع کارکردگی کے تعین میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ عدم مساوات کے یہ رجحانات پاکستان میں اکثر ان مختلف سماجی طبقات کے درمیان دیکھنے کو ملتے ہیں اور اوائل عمری سے ہی خواتین کی بااختیار حیثیت اور آزادی کے عمل کو سست رفتاری کا شکار بنا دیتے ہیں۔ مزید برآں، تکنیکی و پیشہ ورانہ تعلیم و تربیت کے ذریعے خواتین کو بااختیار بنانے پر زور بھی روزگار اور اپنے کاروبار کے لئے ان کی صلاحیتیں بہتر بنانے کا ایک موثر طریقہ ثابت ہوسکتا ہے۔

معاشرتی رجحانات اور ثقافتی اعتقاد بھی ان رکاوٹوں میں شمار ہوتے ہیں جو معیاری تعلیم تک خواتین کی رسائی محدود کرتے ہیں۔ لہٰذا اس فہم کو تبدیل کرنا ضروری ہے کہ لڑکی کی تعلیم کے مقابلے میں لڑکے کی تعلیم کے سماجی و معاشی اثرات زیادہ ہوں گے۔ پاکستان میں کام کرنے والے مختلف پروگراموں مثلاً بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے وسیلہ تعلیم پروگرام کا مقصد نقد رقوم کی مشروط فراہمی کے ذریعے والدین کو مراعات دے کر سکول تعلیم کی مانگ بڑھانا ہے۔ یہ مراعات ان رویوں میں مثبت تبدیلی پر حوصلہ افزائی میں اہمیت کی حامل ہیں جو وقت کے ساتھ صنفی مساوات کو فروغ دیتے ہوئے میکرو سطح پر اپنا کردار ادا کریں گے۔

علاوہ ازیں صرف خواتین کی ضروریات پوری کرنے والے تعلیمی اداروں کی تعداد بڑھانے کے ساتھ ساتھ خواتین اساتذہ کا تناسب بڑھانے پر زور بھی خواتین کی تعلیم بہتر بنانے کے معاون طریقوں کا کام دے گا۔

رقوم کی تخصیص میں کمی بھی اس میں اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ پاکستان اپنے جی ڈی پی کا تین فیصد سے بھی کم تعلیم پر خرچ کرتا ہے۔[11] اٹھارہویں ترمیم کے بعد صوبے لڑکیوں کی تعلیم کو وسعت دینے میں زیادہ فعال نظر آتے ہیں۔ متعدد اقدامات اور پالیسیاں مثلاً ہر صوبے کے لئے شعبہ تعلیم کے منصوبے، وظائف کی حکومتی سکیمیں یا مراعات کی دیگر سکیمیں مثلاً لیپ ٹاپ وغیرہ کی فراہمی، فاصلاتی نظام تعلیم کے پروگرام مثلاً شمالی علاقہ جات تعلیمی پراجیکٹ (1998-2003)، کمیونٹی سپورٹ پر اسیس سکولز کا قیام، مفت وسائل کی تقسیم اور اس طرح کے کئی دیگر پروگرام شروع کر دیئے گئے ہیں جن میں صنفی پہلو پر ہی زور دیا جا رہا ہے۔

7 سپرا نوٹ 2

8 مرتضیٰ، کے ایف (2013)۔ Female education in Pakistan۔ انٹرنیشنل جرنل آف مینجمنٹ سائنسز، 1(8), 266-271۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: http://www.rassweb.com/wp-content/uploads/PDF/IJMS/Vol-1/Issue-8/Paper1.pdf

9 حکومت پاکستان، شماریات بیورو۔ Pakistan Social and Living Standards Measurement Survey 2013-14۔ جو یہاں سے دستیاب ہے:
http://www.pbs.gov.pk/sites/default/files/pslm/publications/pslm2013_14/A%20report%2013-14%28%2012-05-15%29_FInal_1.pdf

10 یونیسکو (2016)۔ World Inequality Database on Education۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: http://www.education-inequalities.org/countries/pakistan#?dimension=all&group=all&year=latest

11 یو این ڈی پی، یو این ویمن (2018)۔ Gender Equality in Public Administration: Pakistan Case study 2017۔ جو یہاں سے دستیاب ہے:
http://www.pk.undp.org/content/dam/pakistan/docs/Democratic%20Governance/GEPA%20Report%202017.pdf

ذریعہ: اقوام متحدہ خواتین ((2018 عملی کوششیں: قابل اعتماد ترقی کے لئے 2030 ایجنڈا میں صنفی مساوات۔

معاشی شمولیت

اس وقت پاکستان میں ہر پانچ میں سے ایک خاتون افرادی قوت میں شامل ہے۔ [12] ان کے لئے روزگار کے ممکنہ راستے مختلف انواع کے ثقافتی اور معاشرتی اعتقاد اور رویوں کے ہاتھوں محدود ہیں جو انہیں دیگر کرداروں تک ہی محدود رکھتے ہیں۔ خواتین کی گھریلو ذمہ داریاں، چاہے وہ اپنی مرضی سے اپنائیں یا انہیں اپنانا پڑیں، ان کے بارے میں اس امکان کو بڑھا دیتی ہیں کہ وہ زیادہ تواتر کے ساتھ افرادی قوت کا حصہ بنیں گی اور اس سے خارج ہو جائیں گی۔

جو برسر روزگار ہیں ان کی اکثریت کم معاوضہ والی، پست معیار نا کافی تحفظ والی ملازمتوں پر کام کر رہی ہیں جنہیں اکثر تائید کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور وہ اپنے حقوق سے بھی بے خبر ہیں۔ خواتین کی اس افرادی قوت میں بھی خواتین کا ایک بڑا حصہ ''غیر رسمی شعبے'' میں کام کر رہا ہے۔ فی الوقت پاکستان میں گھروں میں بیٹھ کر کام کرنے والی خواتین کی تعداد 12 ملین ہے جن میں سے 8.5 ملین دیہی علاقوں میں مقیم ہیں۔ یہ خواتین ایک دن میں 4.9 گھنٹے بلا معاوضہ نگہداشت کے اور گھریلو کام کرتی ہیں اس کے مقابلے میں مردوں کا یہ دورانیہ صرف 0.5 گھنٹے ہے۔ [13] گھروں میں بیٹھ کر کام کرنے والی یہ خواتین اپنی صحت داؤ پر لگا کر کئی کئی گھنٹے مشقت کرتی ہیں اور انہیں مارکیٹ کی معلومات تک برائے نام رسائی میسر ہے۔ قومی اعداد و شمار میں آج بھی انہیں پوری طرح تسلیم نہیں کیا جاتا اور ان کی کوئی کم سے کم اجرت نہیں یا انہیں صحت کی کوئی مراعات حاصل نہیں۔ افرادی قوت میں خواتین کی کم نمائندگی کا ایک سبب معلومات جمع کرنے کے طریقے اور سروے کا طریقہ کار ہے جس میں خواتین کی معاشی شمولیت کا پوری طرح احاطہ نہیں کیا جاتا۔

کام کرنے کے حالات میں بہتری، بالخصوص غیر رسمی شعبے میں کام کرنے والی خواتین کے لئے، فوری توجہ کا تقاضا کرتی ہے۔ اسے مزید نظر انداز کرنے سے خواتین کی معاشی شمولیت میں مزید کمی آئے گی۔ دیگر اقدامات مثلاً تمام مالی پالیسیوں میں صنفی تقاضوں سے ہم آہنگ بجٹ سازی صنفی عدم مساوات کے خاتمہ اور پائیدار معاشی ترقی کا فروغ یقینی بنانے کے لئے ایک بنیادی شرط ہے۔ مزید برآں، ان کارکنوں کو قانونی تحفظ دینے والی قومی پالیسیاں بھی ناگزیر ہیں۔ معاشی شمولیت کے حوالے سے اصناف کے درمیان خلاء دور کرنے سے بھی فی کس آمدنی میں اضافہ ہوگا۔ [14]

مساوی مواقع کی فراہمی اور فروغ بھی ایک ایسا شعبہ ہے جو خواتین کو سماجی و معاشی طور پر با اختیار بنانے اور صنفی برابری میں اپنا کردار ادا کر سکتا ہے۔ اس کے لئے ایسے قوانین بنائے جا سکتے ہیں جو خواتین کے معاملے میں امتیاز نہ برتیں اور ایسی پالیسیاں اور نظام جو خواتین حامی ہوں۔ ان میں خواتین کے لئے کوٹہ کے نظام، بچوں کی نگہداشت کے لئے موزوں اور با کفایت ادارے، کام کرنے کے اوقات میں لچک، سماجی شعبے کی کاروباری سرگرمیوں میں اضافہ کے مواقع وغیرہ شامل ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح خواتین کی شمولیت ان کی نقل و حرکت اور کام کرنے کے محفوظ ماحول کے ساتھ بھی جڑی ہے۔ کام کرنے کی جگہ پر جنسی ہراسیت خواتین کے لئے روزگار اور کیریئر میں ترقی پر اپنا اثر دکھاتی ہے۔

ادائیگی کے ڈھانچوں میں اصناف کے درمیان برتا جانے والا فرق بھی خواتین کو معاشی لحاظ سے با اختیار بنانے میں ایک رکاوٹ ہے۔ ایک ہی مقدار، نوعیت اور مالیت کے کام پر مردوں کو عورتوں کے مقابلے میں 33 فیصد زیادہ اجرت ملتی ہے۔ [15] دیہی اور شہری علاقوں میں یہ فرق مختلف ہے اور ہر سطح کے روزگار میں اپنی اپنی جگہ موجود ہے (جدول

12 وزارت منصوبہ سازی، ترقی و اصلاحات۔ ''پاکستان وژن 2025''۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: http://fics.seecs.edu.pk/Vision/Vision-2025/Pakistan-Vision-2025.pdf
13 حکومت پاکستان، شماریات بیورو پاکستان۔ Time Use Survey 2007۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: http://www.pbs.gov.pk/sites/default/files/other/tus2007/tus2007.pdf
14 انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ (2013)۔ Women, Work and the Economy: Macroeconomic Gains from Gender Equity۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: https://www.imf.org/external/pubs/ft/sdn/2013/sdn1310.pdf
15 سوشل پالیسی اینڈ ڈویلپمنٹ سنٹر، ''Social Development in Pakistan: Annual Review 2007-08 (Women at Work)''۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: women at work link: http://www.spdc.org.pk/Data/Publication/PDF/AR-9.pdf

جدول 6: پاکستان میں صنف اور علاقے کے لحاظ سے معمولی ماہانہ اجرتیں، 13-2012

			پاکستانی روپے
	ٹوٹل	دیہی	شہری
ٹوٹل	12,118.1	10,239.9	14,500.8
مرد	12,804.5	11,073.8	14,894.8
خواتین	7,868.9	5,789.1	11,478.5
خواتین بطور مردوں کا فیصد تناسب	61.5	52.3	77.1

ذریعہ: حکومت پاکستان، لیبر فورس سروے 13-2012

6)۔

خواتین کی معاشی شمولیت کے حوالے سے ایک اور اہم مسئلہ قائدانہ عہدوں پر ان کی موجودگی کا ہے۔ اس حوالے سے پاکستان مسلسل پیشرفت کی راہ پر گامزن دکھائی دیتا ہے۔ وفاقی سطح پر سول سروس کے کل سینئر عہدوں میں سے تقریباً بیس فیصد پر خواتین فائز ہیں۔ تاہم عدلیہ کا معاملہ ذرا مختلف ہے جہاں اعلیٰ عدالتوں کے کل 131 ججوں میں خواتین کی تعداد صرف 7 ہے۔ مختلف قوانین مثلاً ''خواتین کی منصفانہ نمائندگی کا قانون برائے پنجاب، 2014'' جو چناؤ اور بھرتی کی تمام کمیٹیوں کے لئے خواتین کی 33 فیصد نمائندگی اور سرکاری اداروں کی فیصلہ ساز باڈیز میں خواتین کے لئے 33 فیصد کوٹہ کو لازمی قرار دیتا ہے، کی بدولت فیصلہ ساز اداروں میں خواتین کی شمولیت بہتر ہوئی ہے۔ اضافی سہولیات مثلاً کام کرنے والی خواتین کے لئے ڈے کیئر سہولیات اور ملک میں ویمن کرائسس سنٹرز کے قیام کو بھی ترجیح دی جا رہی ہے۔ متعدد خواتین دوست پروگرام مثلاً نیشنل پلان آف ایکشن، جنڈر ریفارم ایکشن پروگرام، بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام (بی آئی ایس پی)، نیشنل رورل سپورٹ پروگرام (این آر ایس پی)، پاکستان بیت المال، فرسٹ ویمن ڈویلپمنٹ بینک اور خواتین کی حیثیت پر قومی کمیشن، یہ سب خواتین کی بااختیار حیثیت کی راہ ہموار کرنے میں فعال نظر آتے ہیں۔ صوبوں میں ترقی خواتین کے محکمے بھی قائم کئے گئے ہیں جنہیں اٹھارہویں آئینی ترمیم کے تحت بااختیار بنایا گیا ہے۔ ان محکموں نے کام کرنے والی خواتین کے لئے ہاسٹلز، ڈے کیئر سنٹرز، ویمن کرائسس سنٹرز، شیلٹر ہومز وغیرہ کے قیام کے لئے اقدامات کئے ہیں۔

حکومت اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ پائیدار ترقی اور معاشی ثمرات کے حصول کے لئے خواتین کی معاشی شمولیت ناگزیر ہے۔ اسی مقصد کو ذہن میں رکھتے ہوئے 2005 میں صنفی تقاضوں سے ہم آہنگ بجٹ سازی کا ایک پروگرام شروع کیا گیا جس کا مقصد صنفی تقاضوں سے ہم آہنگ بجٹ سازی کو بجٹ کے تمام مراحل میں ضم کرنا ہے۔ غربت میں کمی کی حکمت عملی کے پیپر میں بھی اسی حوالے سے کوشش کی گئی ہے۔ اس میں خواتین کو انتہائی غیر محفوظ طبقے کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے اور انہیں بااختیار بنانے کے طریقے تجویز کرتے ہوئے تعلیم اور مہارتوں میں بہتری، صحت، روزگار اور وسائل تک رسائی پر زور دیا گیا ہے۔ 2010 کی لیبر پالیسی میں بھی لیبر مارکیٹ میں خواتین کو بااختیار بنانے اور صنفی مساوات یقینی بنانے پر زور دیا گیا ہے جبکہ حال ہی میں تیار کی گئی وژن 2025 کی دستاویز میں بھی یہ باتیں شامل ہیں۔ عملدرآمد اور نگرانی کے نظاموں کا فقدان ترقی کے عمل کو محدود رکھنے والی بڑی مشکلات ہیں۔

سیاسی شمولیت

گزشتہ سالوں کے دوران پاکستان کے سیاسی اداروں میں خواتین کی نمائندگی میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ خواتین اب پہلے سے زیادہ تعداد میں قومی و صوبائی اسمبلیوں اور سینیٹ کی رکن بن رہی ہیں اور سیاسی جماعتیں بھی انتخابات کے لئے خواتین امیدواروں کو زیادہ ٹکٹ دے رہی ہیں۔ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کی نشستوں پر فائز خواتین کا تناسب 19.5 فیصد ہے جو جنوبی ایشیا میں سب سے بلند ہے۔ صوبائی سطح پر پنجاب اسمبلی میں خواتین کی نمائندگی سب سے زیادہ ہے جہاں کل 371 ارکان میں خواتین کی تعداد 76 ہے۔ دوسرے صوبوں میں بھی خواتین کی نمائندگی اسی قدر بلند ہے (جدول 7)۔

جدول 7: پاکستان میں مقننہ کے اداروں میں خواتین کی نمائندگی (2015)

اسمبلیاں	خواتین ارکان	ٹوٹل	ٹوٹل میں خواتین کا فیصد تناسب
بحیثیت مجموعی	228	1,170	19.5
قومی اسمبلی	70	342	20.5
سینیٹ	17	100	17
پنجاب اسمبلی	76	371	20.5
سندھ اسمبلی	31	168	18.5
خیبر پختونخواہ اسمبلی	22	124	17.7
بلوچستان اسمبلی	12	65	18.5

ذریعہ: عورت فاؤنڈیشن، لیجسلیٹو واچ، شمارہ نمبر 41 (مارچ تا نومبر)۔[16]

گزرے سالوں میں پارلیمان میں جہاں خواتین کی نمائندگی بہتر ہوئی ہے وہیں خواتین کو آج بھی جنرل نشستوں پر انتخابات جیتنے کے لئے درکار سیاسی قوت اور پارٹی حمایت حاصل کرنے میں مشکلات درپیش ہیں۔ یہاں کوٹہ نظام اپنا کام دکھاتا ہے۔ اس وقت سینیٹ اور قومی و صوبائی اسمبلیوں کی 17 فیصد نشستیں خواتین کے لئے مخصوص ہیں۔ اس طرح نشستیں تو مل جاتی ہیں لیکن حقیقی سیاسی قوت اور بااختیار حیثیت نہیں ملتی۔ نامزدگی کے نظام کی وجہ سے سیاسی جماعتوں کی قیادت کو چناؤ پر مکمل کنٹرول مل جاتا ہے اور خواتین امیدوار اپنے انتخابی حلقوں کے عوام کے ساتھ براہ راست روابط سے محروم رہ جاتی ہیں۔

ووٹنگ کے عمل میں خواتین کی شمولیت میں وقت کے ساتھ اتار چڑھاؤ آتا رہا ہے۔ عددی لحاظ سے دیکھیں تو انتخابی فہرستوں میں خواتین کی تعداد 2002 میں 33.2 ملین تھی جو 2013 میں بڑھ کر 38.2 ملین تک پہنچ گئی۔ تاہم فیصد تناسب کے اعتبار سے اندراج یافتہ ووٹرز میں خواتین کا تناسب جہاں 2008 کے انتخابات میں 46.1 فیصد تھا وہ 2013 کے انتخابات میں کم ہو کر 43.6 فیصد رہ گیا۔[17] الیکشن کمیشن آف پاکستان (ای سی پی) نے بالخصوص پسماندہ علاقوں میں خواتین کے بطور ووٹر اندراج کے لئے بھرپور کوششیں کی ہیں۔ الیکشن کمیشن نے نیشنل ڈیٹا بیس اینڈ رجسٹریشن اتھارٹی (نادرا) کے ساتھ مل کر بھی اس مقصد کے لئے کام کیا ہے جس کے لئے کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈ استعمال کئے گئے۔ ان کوششوں کے مثبت نتائج برآمد ہوئے اور اندراج یافتہ خواتین ووٹرز کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا۔ سول سوسائٹی کی مختلف سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ الیکشن کمیشن اور نادرا نے بھی عارضی طور پر ووٹر اندراج کی ایک مہم پر کام کیا جس کے تحت جب کوئی شہری اپنا کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈ بنوائے تو خود کار نظام کے تحت اس کا بطور ووٹر اندراج بھی ہو جائے۔ تاہم ان کوششوں کے باوجود خبروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ 10 ملین اہل پاکستانی خواتین آج بھی اندراج یافتہ نہیں ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنا ووٹ نہیں دے سکتیں۔ معاشرتی دباؤ، خواتین میں شرح خواندگی کی پست سطح، انتخابی عمل کے بارے میں معلومات کی کمی، خواتین پولنگ سٹیشنوں کی محدود تعداد اور خواتین پولنگ سٹیشنوں پر مرد عملے کی موجودگی ایسے بعض عوامل ہیں جن کی وجہ سے خواتین کی سیاسی شمولیت میں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔

خواتین پر تشدد

پاکستان میں خواتین پر تشدد کی کئی شکلیں ہیں جن میں جسمانی، نفسیاتی، جذباتی، زبانی اور معاشی بدسلوکی سمیت سبھی اقسام شامل ہیں۔ تمام ضرر رساں روایات اور رسوم و رواج جو خواتین کی فیصلہ سازی اور آزادی کو محدود کرتی ہیں، بھی ڈھکے چھپے انداز میں تشدد کا ہی کام کرتی ہیں اور ان کا موزوں ازالہ بھی ضروری ہے۔ تشدد کی دیگر کھلی شکلیں مثلاً نقل و حرکت اور کام کرنے پر پابندیاں، ڈرانا دھمکانا اور تضحیک وغیرہ خواتین کے وقار اور خودداری کو بری طرح ٹھیس پہنچاتی ہیں۔ حالیہ قانون سازی کے باوجود تشدد کے ایسے واقعات میں پریشان کن اضافہ دیکھنے میں آیا ہے جن کا جواز اکثر ثقافت یا مذہب کے نام پر پیش کرنے کی کوشش کی جاتی

16 عورت فاؤنڈیشن (2013)۔ ''لیجسلیٹو واچ''، شمارہ نمبر 41 (مارچ تا نومبر)۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: https://www.af.org.pk/newsl/1390295273.pdf

17 یو این ڈی پی پاکستان (2015)۔ Political and Legislative Participation of Women in Pakistan: Issues and Perspectives۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: http://www.mumkinalliance.org/wp-content/uploads/2012/06/POL-legislative-OF-Women-UN-Report.pdf

ہے۔

خواتین پر تشدد کے پیمانے اور اس کی موجودگی کو دستاویزی شکل دینے کی کوششیں کی گئی ہیں جن میں معیار پر مبنی مطالعاتی تحقیق کی سرگرمیاں، میڈیا کی خبریں اور انسانی حقوق کمیشن پاکستان اور عورت فاؤنڈیشن جیسی سول سوسائٹی تنظیموں کی سالانہ رپورٹیں بھی شامل ہیں، لیکن پھر بھی جہاں تک خواتین پر تشدد کے اعداد و شمار کا تعلق ہے تو ان کی شدید کمی اور غلط حسابات کے مسائل اپنی جگہ موجود ہیں۔ صوبائی سطح پر بھی صنفی جرائم کو روکنے کی مسلسل کوششیں جاری ہیں جس کی ایک مثال ملتان میں قائم کیا گیا وی اے ڈبلیو سنٹر ہے جو پاکستان میں اپنی نوعیت کا پہلا مرکز ہے جہاں صنفی تشدد کا شکار ہونے والی خواتین کو مختلف خدمات ایک چھت تلے فراہم کی جاتی ہیں اور جس کا مقصد صحت، انصاف، پولیس اور سماجی خدمات سمیت اہم شعبوں کے درمیان کوآرڈینیشن کی کمی کے ناگزیر مسئلے پر قابو پانا ہے۔

آئندہ لائحہ عمل

پائیدار ترقی کے عالمی مقاصد کی شکل میں تجدید عہد کے باوجود پیشرفت کا عمل ناہموار رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ صنفی تقاضوں کو پالیسی سازی اور منصوبہ سازی کے تمام شعبوں کے مرکزی دھارے میں لایا جائے تاکہ خواتین کی ضروریات پوری ہو سکیں، ان کی صلاحیتوں میں بہتری آئے اور ان کے لئے مواقع میں وسعت پیدا ہو۔ چار شعبوں میں اقدامات ہونے چاہئیں: 1) خواتین کی صلاحیتیں بہتر بنانے پر سرمایہ کاری کی جائے جس کے لئے ان کی تعلیم پر سرمایہ کاری ہونی چاہیئے۔ (2 خواتین کو معاشی لحاظ سے بااختیار بنانے کے مواقع بہتر بنانے کے لئے انہیں مہارتیں سکھائی جائیں اور قانون سازی کے ذریعے افرادی قوت میں ان کی برابر نمائندگی یقینی بنائی جائے۔ (3 قانونی انصاف تک رسائی یقینی بنائی جائے۔ (4 بھرپور نگرانی کے نظام وضع کئے جائیں اور صنف کی شمولیت پر مبنی منصوبے اور پالیسیاں اپنانے اور ان پر عملدرآمد کے لئے اداروں کی استعداد مستحکم بنائی جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان سب باتوں کو تبھی فروغ ملے گا جب رویوں میں مثبت تبدیلی آئے گی اور ثقافت کا رخ بدلے گا۔

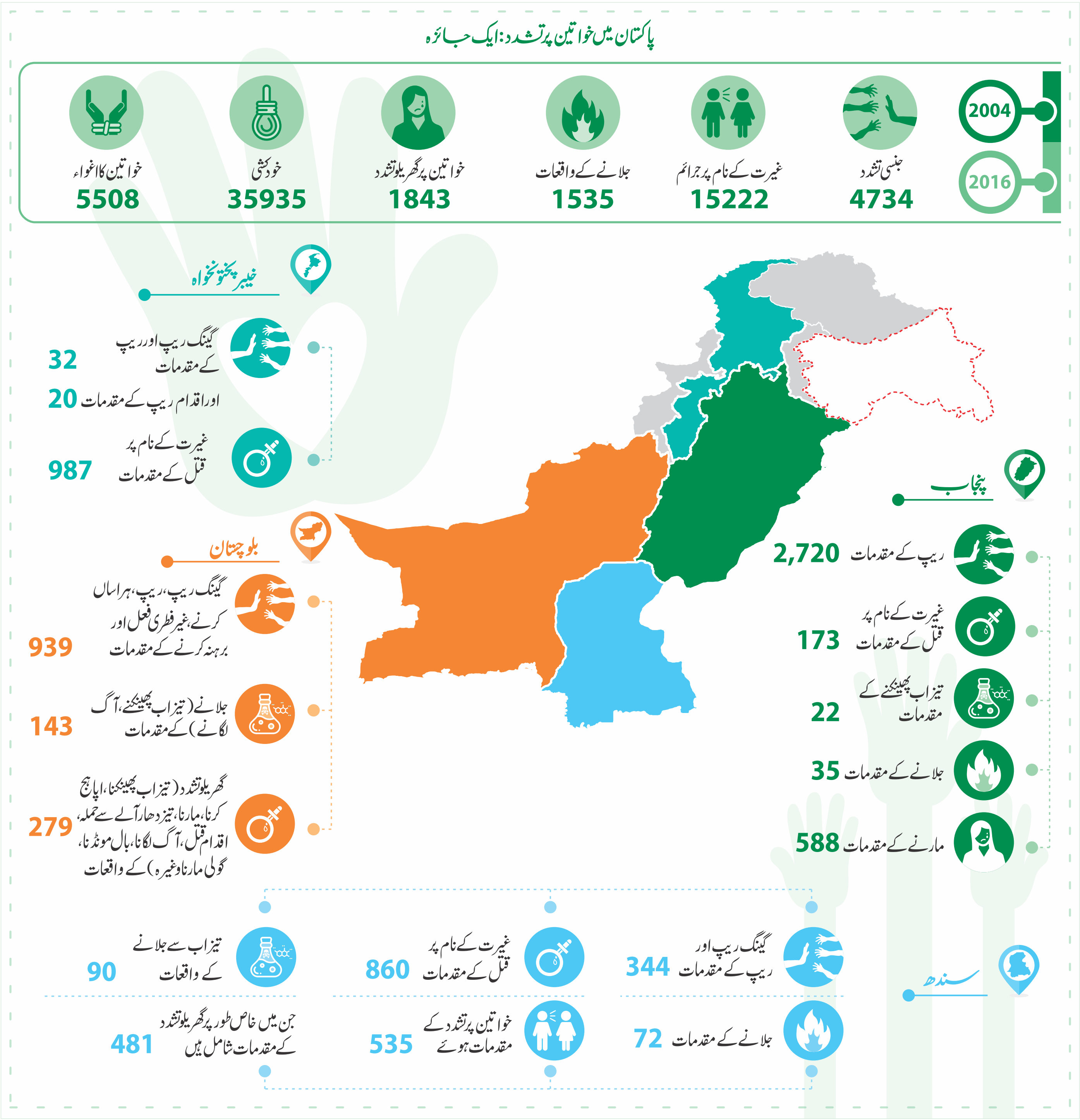

ذریعہ: بینظیر انکم سپورٹ پروگرام (2017)، ''وومن امپاورمنٹ: اسٹیٹس اینڈ چیلنجز''

سرکاری شعبے میں خواتین کو بااختیار بنانے کی سرگرمیاں، پی سی ایس ڈبلیو کا جائزہ

فوزیہ وقار[1]

چیئرپرسن/چیف ایگزیکٹو
پنجاب کمیشن آن سٹیٹس آف ویمن (پی سی ایس ڈبلیو)

خواتین کے لئے آزاد وخودمختار ادارے اور مشینری حقوق نسواں کے کارکنوں اور حقوق انسانی کے عالمی اداراں کا دیرینہ مطالبہ رہا ہے۔ پاکستان میں اس مطالبے نے اس وقت زور پکڑا جب 2010 میں اٹھارہویں ترمیم کے تحت خواتین کی ترقی سمیت تمام سماجی امور صوبوں کو منتقل کئے گئے۔ 2014 میں پنجاب کمیشن آن دی سٹیٹس آف ویمن کا قیام اسی جانب ایک قدم تھا جو حکومت پنجاب کے اس پختہ عزم کی عکاسی کرتا ہے کہ اس نے خواتین کو بااختیار بنانے کی سرگرمیوں کے لئے مخصوص ادارے قائم کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ کمیشن کو صنفی برابری کے فروغ اور صنف کی بنیاد پر ہر قسم کے امتیاز اور تشدد کے خاتمہ کی ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ فرد واحد اور بنیادی ڈھانچے کی ناپید سہولیات کے ساتھ شروع ہونے والے اس ادارے میں آج عملہ کے ارکان کی تعداد 90 سے تجاوز کر چکی ہے جو دو الگ الگ دفاتر میں کام کر رہے ہیں اور پنجاب کے تمام نو ڈویژنوں میں یہ موجود ہے۔

آغاز سے اب تک تین سال کا عرصہ گزر چکا ہے اور آج کمیشن کو نہ صرف واضح سمت اور عملی منصوبے کے حامل فعال ادارے کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کی کاوشوں کو خیبر پختونخواہ اور سندھ سمیت دوسرے صوبے بھی اپنا رہے ہیں۔ فہم وفراست کی نظر سے دیکھیں تو آپ کو پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک کٹھن سفر تھا جس میں لوگوں کو اس بات پر قائل کرنے کے لئے بے پناہ استقامت سے کام لینا پڑا کہ مسائل خواتین پر مختلف طریقے سے اثر انداز ہوتے ہیں اور خواتین کے لئے کام کرنا ہے تو انہیں بااختیار بنانے کے لئے بھی مختلف طریقے سے کام کرنا ہوگا۔ اس سفر کے دوران خواتین کے نقطہ نظر کو سرکاری پالیسی کے مرکزی دھارے میں لانے کی بات بھی آئی جس میں فیصلہ ساز بعض سنگین مسائل کے درمیان تعلق کو نہیں دیکھتے تھے کہ سلامتی اور خواتین کی ضروریات میں کیا تعلق ہے یا ماحول کے انحطاط سے خواتین کس طرح متاثر ہوتی ہیں۔

کمیشن نے پنجاب میں خواتین کو درپیش اہم مسائل کو سمجھنے اور ان مسائل سے نمٹنے کی ترجیحی حکمت عملیاں طے کرنے کے لئے سٹریٹیجک منصوبہ بندی کا کام انجام دیا۔ خواتین کے خلاف تشدد، حقوق اور دادرسی کے نظاموں کے بارے میں معلومات کی کمی، قابل اعتبار سرکاری اعداد وشمار کا فقدان، تعلیم اور صحت کے شعبوں میں عدم مساوات اور قائدانہ عہدوں پر خواتین کی تقریباً غیر موجودگی کی نشاندہی کی گئی کہ یہ خواتین کی حیثیت اور حقوق تک ان کی رسائی میں بڑی رکاوٹیں ہیں۔ ان ابتدائی بحثوں کی بنیاد پر پی سی ایس ڈبلیو نے بہتری کے لئے اقدامات کا آغاز کیا، مثلاً خواتین کی حیثیت کی موجودہ صورتحال کو سمجھنے کے لئے 2015 میں 'پنجاب جنڈر مینجمنٹ انفارمیشن سسٹم' (جی ایم آئی ایس)[2] قائم کیا گیا۔

یہ پورے جنوبی ایشیا میں صنف کے لحاظ سے الگ الگ اعداد وشمار پر مبنی اپنی طرز کا پہلا باضابطہ ڈیٹابیس ہے جو عوام کے لئے دستیاب ہے۔ 2014 میں 'پنجاب ویمن امپاورمنٹ پیکج' کے تحت چوبیس گھنٹے کام کرنے والی ایک ہیلپ لائن بھی قائم کی گئی جو خواتین کو ان کی گھریلو، پیشہ ورانہ اور عوامی زندگی میں پیش آنے والی انفرادی شکایات پر دادرسی کا اہتمام کرتی ہے۔ قیام سے اب تک اس ہیلپ لائن پر پوچھے جانے والے 64,000 سے زائد سوالات کے جوابات دیئے جا چکے ہیں اور 1500 شکایات پر کارروائی مکمل کی گئی ہے۔ شکایات کی نوعیت پر نظر دوڑائیں تو ان کی اکثریت خواتین کے خلاف تشدد اور دیگر جرائم سے متعلق ہوتی ہے جس کے بعد جائیداد کے امور اور کام کرنے کی جگہ پر ہراساں کرنے سے متعلق شکایات آجاتی ہیں۔ ہیلپ لائن سے کی گئی آگاہی کالز کی بدولت خواتین کے حقوق کے بارے میں عوامی آگاہی میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ جنوری 2018 تک 330,035 آگاہی کالز کی جا چکی تھیں۔ 2013 میں دفتر محتسب پنجاب بھی قائم کیا گیا جو اسی مقصد کے تحت خواتین کو ہراساں کرنے سے متعلق شکایات وصول کرتا ہے۔ اپنے قیام سے اب تک اس دفتر کو 89 شکایات موصول ہو چکی ہیں جن میں سے 71 پر فیصلہ دیا جا چکا ہے اور 30 ملزمان کو سزائیں دی جا چکی ہیں (شکل 1)۔ اس کی افادیت مسلسل بڑھ رہی ہے۔

شکل 1: دفتر محتسب پنجاب کو موصول ہونے والی شکایات کے نتائج (2014-2016)

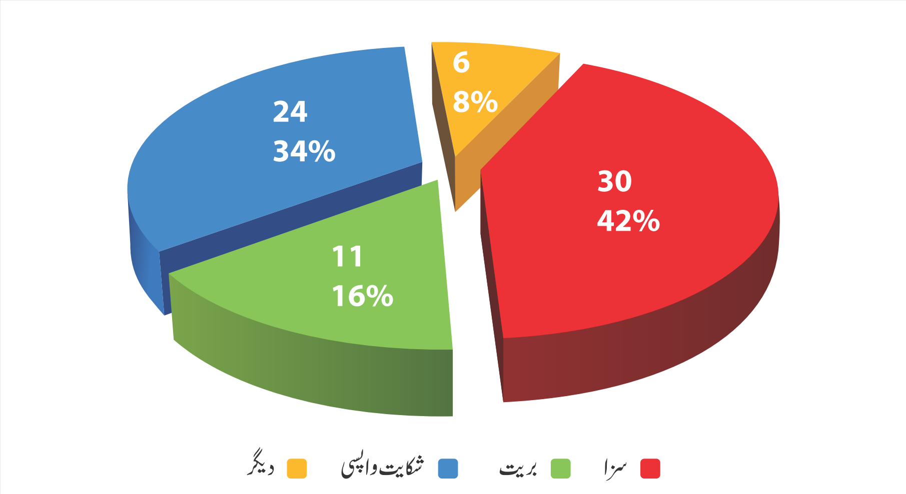

ذریعہ: پی سی ایس ڈبلیو، ''پنجاب جنڈر پیریٹی رپورٹ، 2017''[3]

1 مصنفہ کو فروری 2014 میں پی سی ایس ڈبلیو کی چیئرپرسن کے عہدے پر تعینات کیا گیا۔
2 مزید مطالعہ کے لئے، پنجاب کمیشن آن دی سٹیٹس آف ویمن، جنڈر مینجمنٹ انفارمیشن سسٹم، جو یہاں سے دستیاب ہے: https://pcsw.punjab.gov.pk/gmis
3 پی سی ایس ڈبلیو، ''پنجاب جنڈر پیریٹی رپورٹ، 2017''، جو یہاں سے دستیاب ہے: http://pcsw.punjab.gov.pk/system/files/PGPR-2017%20Final_Compressed.pdf

حال ہی میں کمیشن نے ''نکاح خواں حضرات کی تربیت'' کے لئے بڑے پیمانے کے ایک پراجیکٹ کا آزمائشی تجربہ بھی کیا ہے جس میں 48,000 نکاح خواں حضرات اور مقامی حکومت کے اہلکاروں کو شادی، طلاق، تحویل اور دیکھ بھال میں خواتین کے حقوق کے علاوہ نکاح نامہ درست طریقے سے پُر کرنے کی تربیت دی جارہی ہے۔ اگرچہ یہ سرکاری اہلکار محض نکاح نامہ میں تمام معلومات درست طریقے سے درج کرنے کے ذمہ دار ہیں لیکن بیشتر صورتوں میں بعض اہم حقوق مثلاً خواتین کو ''طلاق کے حق'' سے محروم کر دیتے ہیں یا دولہا کی سابقہ ازدواجی زندگی، جہیز یا شادی کی شرائط کے بارے میں غلط یا نامکمل تفصیلات درج کر دیتے ہیں۔ ان اہلکاروں کے ساتھ میل جول سے پتہ چلا کہ وہ خواتین سے متعلق قانونی ترامیم اور گہرے تعصبات کے بارے میں کس قدر افسوسناک حد تک کم معلومات رکھتے ہیں جس کا نتیجہ حقوق سے محرومی کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔ اس لئے محسوس کیا گیا کہ یہ پراجیکٹ انتہائی ضروری ہے۔

فیصلہ سازی کے فورمز میں خواتین کی تقریباً غیر موجودگی اور اس کے نتیجے میں فیصلہ سازی کے عمل میں خواتین کے نقطہ نظر کی غیر موجودگی کو دیکھتے ہوئے کمیشن نے 2017 میں ''ویمن ان لیڈرشپ'' کے نام سے ایک باقاعدہ پراجیکٹ کا آغاز کیا جس کا مقصد نجی شعبے کی کامیاب خواتین کو سرکاری شعبے کے بورڈز اور کمیٹیوں کے سینئر عہدوں تک لانا تھا۔

معلومات، اصل بنیاد

کمیشن اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ شواہد پر مبنی فیصلہ سازی کے لئے تحقیق ضروری ہے اور حقوق تک رسائی بہتر بنانے کے لئے علوم کا تبادلہ سب سے اہم ہے۔ اس سلسلے میں ہم قومی اور علاقائی سطحوں پر پالیسی سازوں اور بیوروکریٹس کو ان کی ضروریات کے مطابق تیار کی گئی مقامی معلومات اور مواد مہیا کرتے ہیں اور قوانین، پالیسیوں اور حکومت کی طرف سے خواتین اور لڑکیوں کی فلاح کے لئے بنائے گئے دیگر نظاموں کے بارے میں عوامی آگاہی بہتر بناتے ہیں۔ کمیشن میں خاص طور پر اس مقصد کے لئے بنائی گئی محققین اور انسانی حقوق کے ماہرین کی ٹیم شواہد پر مبنی اور مطلوبہ تقاضوں سے ہم آہنگ پالیسی سازی کے اس کلچر کو فروغ دے رہی ہے جو اب کمیشن کی سرگرمیوں میں فیصلہ کن حیثیت اختیار کر رہا ہے۔ سرکاری شعبے کی فیصلہ سازی میں معلومات کا خلاء دور کرنے کے لئے جی ایم آئی ایس تیار کیا گیا جس سے پہلے صنفی ماہرین اور شعبہ ترقی کے ماہرین کے ساتھ بھرپور سلسلہ وار مشاورتیں کی گئیں۔ اس سلسلے میں صوبائی اور مقامی حکومت کے ایک ہزار سے زائد دفاتر نے بھرپور تعاون کیا اور اس کا حاصل وسیع تر موضوعاتی شعبوں (آبادیاتی، طرز حکمرانی، صحت، تعلیم، معاشی مواقع، شمولیت اور انصاف) میں منقسم، صنف کے لحاظ سے الگ الگ معلومات پر مبنی بھرپور اور مکمل ڈیٹابیس کی صورت میں سامنے آیا۔ جی ایم آئی ایس فریم ورک میں 325 اشاریئے شامل ہیں جن کے ذریعے مختلف شعبوں اور صنعتوں میں مردوں اور عورتوں کی متعلقہ حیثیت کی پیمائش کی جا سکتی ہے۔ جی ایم آئی ایس اس لحاظ سے شفافیت کی ایک عمدہ مثال ہے کہ اس کی بدولت تمام معلومات عوام کی رسائی میں آجاتی ہیں، یہ استعمال میں آسان ہے اور یہ انٹرایکٹو (Interactive) طریقے سے کام کرتا ہے۔ ڈیٹا کو باقاعدگی کے ساتھ اپ ڈیٹ کیا جاتا ہے، ہر سال اور ضلع کے اعتبار سے تجزیہ تیار کر کے گراف، چارٹ اور سپریڈشیٹ کی شکل میں فراہم کیا جاتا ہے جسے ڈاؤن لوڈ بھی کیا جا سکتا ہے۔ ہر سال اس ڈیٹا کا تجزیہ کر کے 'پنجاب جینڈر پیریٹی رپورٹ' (پی جی پی آر) تیار کی جاتی ہے جو حکومت، سول سوسائٹی اور شعبہ تدریس کے تمام متعلقہ حلقوں میں تقسیم کی جاتی ہے۔ رپورٹ میں پیش کی گئی اہم ترین سفارشات کو آگے بڑھاتے ہوئے جہاں جہاں شدید نوعیت کے خلاء سامنے آتے ہیں انہیں دور کرنے کے لئے کمیشن ایک باقاعدہ اور واضح ایڈووکیسی منصوبہ تیار کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں کئی طرح کے اقدامات کئے جاتے ہیں جن میں سادہ لیکن ناگزیر اقدامات مثلاً کالج جانے والی لڑکیوں کے لئے ذاتی حفاظت کی تربیتی کلاسیں اور پولیس اور سرکاری اہلکاروں کے لئے صنفی تقاضوں سے ہم آہنگ تربیت جیسی دوررس سرگرمیاں بھی شامل ہوتی ہیں۔[4]

جی ایم آئی ایس کے ساتھ ساتھ کمیشن تعلیمی اداروں اور آزاد پالیسی تھنک ٹینکوں کے ساتھ مل کر کام کرنے میں بھی پیش پیش ہے جس کے تحت خواتین سے متعلق امور مثلاً وراثتی حقوق، قیدیوں کے حالات، خواتین کی رہائش گاہوں کے تجزیہ اور خواتین کے لئے پولیس ہیلپ ڈیسک جیسی سرکاری خدمات کی جانچ پرکھ پر مبنی تحقیقی مطالعاتی رپورٹیں اور اثرات کے تجزیئے تیار کئے جاتے ہیں۔

تیزی سے بدلتے اس ڈیجیٹل دور میں، جہاں پاکستان بعض اندازوں کے مطابق انٹرنیٹ افزائش کے اعتبار سے خطے کے سب ملکوں سے آگے ہے[5] کمیشن انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں خاص طور پر نوجوانوں میں آگاہی پیدا کرنے اور اسے بہتر بنانے کے لئے سوشل میڈیا پر بھی سرمایہ کاری کر رہا ہے۔ کمیشن کی مقبولیت جو سوشل میڈیا پر اس کی بڑھتی موجودگی سے عیاں ہے، آگاہی پھیلانے میں اس کی موثر حیثیت کا منہ بولتا ثبوت ہے اور اس کی متعدد کاوشوں کی افادیت کی گواہی دیتی ہے۔ تاہم اس بات کا ادراک کرتے ہوئے کہ کل آبادی کے ایک چھوٹے سے حصے کو انٹرنیٹ تک رسائی حاصل ہے، کمیشن نے 2017 میں طلبہ اور نچلی سطح کی مقامی کمیونٹیز کے افراد کے لئے آگاہی سیشنز کا اہتمام بھی کیا۔ اسی طرح ہر سال قوانین اور ازالہ کے نظاموں کے بارے میں آگاہی کو فروغ دینے کے لئے الیکٹرانک، پرنٹ اور سوشل میڈیا پر ایک بھرپور مہم بھی چلائی جاتی ہے۔

دادرسی، امداد، بحالی

یہ بڑی افسوس ناک بات ہے کہ پاکستان انسانی حقوق اور خواتین سے متعلق متعدد عالمی فریم ورکس پر دستخط کر چکا ہے لیکن اس کے باوجود ملک میں لاتعداد خواتین اور لڑکیاں آج بھی پدرشاہی گرفت اور صنفی امتیاز کی زد میں ہیں۔ گزشتہ چند سالوں کے دوران پنجاب میں خواتین اور لڑکیوں کے خلاف تشدد کے رپورٹ کئے جانے والے واقعات (2016 میں 6,505 اور 2017 میں 7,313) کی تعداد میں بے لگام اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔[6] ان اعداد و شمار کے ساتھ ساتھ ہمیں اس ذہنی و جسمانی صدمے کی کیفیت کو بھی ذہن میں رکھنا چاہئے جس سے تشدد کے متاثرہ افراد کو گزرنا پڑتا ہے۔ اس شعوری ادراک کی بناء پر پی سی ایس ڈبلیو کی ٹیم نے اپنی تمامتر توانائیاں خواتین کی مدد کے لئے وقف کر رکھی ہیں۔

تشدد سے متاثرہ خواتین کی زندگیوں کی تعمیر نو ایک ایسا کام ہے جس میں قدم قدم پر مشکلیں پیش آتی ہیں۔ کمیشن کے تجربے کی روشنی میں بعض اہم مشکلات یہ ہیں کہ قانون کے بارے میں آگاہی افسوس ناک حد تک کم ہے، خاندان اور مقامی کمیونٹیز معاونت نہیں کرتیں، اور مالی آزادی کا فقدان ہے۔ پی سی ایس ڈبلیو نے پہلی بار حکومت کے ایک مقامی شیلٹر میں بحالی و آبادکاری کا ماڈل متعارف کرایا جہاں کھانا اور رہائش کی فراہمی کے علاوہ نفسیاتی سماجی ماہرین خواتین کو صلاح مشورہ دیتے ہیں اور سند یافتہ سرکاری و غیرسرکاری تربیتی اداروں سے انہیں پیشہ ورانہ تربیت دی جاتی ہے اور انہیں ایک خودمختار اور خودکفیل زندگی کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔

اشتراک عمل

کمیشن کی حکمت عملی کا ایک بنیادی عنصر سرکاری اور نجی شعبے کے اداروں کے ساتھ اشتراک عمل یا پارٹنرشپ استوار کرنا ہے جس کی بدولت ہمیں بہتر نتائج کے حصول میں مدد ملی ہے۔

اس کی ایک مثال 'نکاح خواں حضرات کی تربیت' کے پراجیکٹ میں محکمہ مقامی حکومت و کمیونٹی ترقی کے ساتھ پارٹنرشپ ہے۔ اس کاوش کی بدولت ہمیں اس بات کا اندازہ ہوا کہ سرکاری اہلکاروں کی کارکردگی اور احتساب کا انحصار ان کی استعداد میں موثر بہتری اور نگرانی پر ہے۔ اسی طرح کمیشن 'ٹیکنیکل اینڈ ووکیشنل ٹریننگ اتھارٹی' (ٹیوٹا) کے ساتھ پارٹنرشپ کے تحت پنجاب بھر میں ٹیوٹا کے زیراہتمام تربیت حاصل کرنے والے تمام افراد میں قانونی اور انسانی حقوق پر آگاہی پیدا کر رہا ہے۔ ٹیوٹا، کمیشن کی طرف سے بنائی گئی رہائش گاہوں میں رہنے والی خواتین کو پیشہ ورانہ تربیت بھی فراہم کر رہا ہے۔ کمیشن نے پنجاب پولیس اور عدلیہ کے ساتھ بھی محکمانہ سطح پر مضبوط روابط استوار کئے ہیں جن کا مقصد صنف کو ان اداروں کی سرگرمیوں کے مرکزی دھارے میں لانا اور ان کے عملہ کے لئے بہتر تربیتی سہولیات ترتیب دینا ہے۔

کمیشن غیرسرکاری اور خیراتی اداروں کے علاوہ خودمختار پالیسی تھنک ٹینکوں اور خدمات فراہم کرنے والے اداروں کے ساتھ بھی مل کر کام کر رہا ہے۔ مثال کے طور پر کمیشن نے سنٹر فار اکنامک ریسرچ پاکستان (سی ای آر پی) کے ساتھ اشتراک عمل کے تحت نکاح خواں حضرات کی تربیت کے اثرات کا جائزہ تیار کرنے میں مدد لی ہے جس کے لئے تربیت سے پہلے اور بعد میں امتحانات لئے گئے۔ علاوہ ازیں متعدد فلاحی اور مخیر

4 مزید مطالعہ کے لئے دیکھیں جی ایم آئی ایس کی ویب سائٹ: http://www.gmis.gop.pk/

5 یاسر امین، Pakistan has highest growth rate of internet users in the region۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: http://www.aboardthedemocracytrain.com/pakistan-has-highest-growth-rate-of-internet-users-in-region

6 پی سی ایس ڈبلیو، جی ایم آئی ایس، وائلنس اگینسٹ ویمن ڈیٹابیس۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: http://www.gmis.gop.pk/ChartType1.aspx?id=24

تنظیموں نے عارضی رہائش گاہ جو، بالی میموریل ٹرسٹ کے نام سے جانی جاتی ہے، کو بہتر بنانے کے لئے نقد اور اشیاء کی صورت میں عطیات دیئے ہیں۔ حقوق نسواں کی تنظیمیں پالیسی / قانون سازی اصلاحات اور پاکستان کے عالمی وعدوں پر دی جانے والی رپورٹوں کے سلسلے میں کمیشن کی سرگرمیوں میں باقاعدگی سے اپنا حصہ ملاتی ہیں۔

مشکلات سے مواقع تک کا سفر

کمیشن کا اب تک کا سفر دلچسپ لیکن مشکلات سے بھرپور رہا ہے جس میں اتار چڑھاؤ آتے رہے ہیں۔ ایک بڑی مشکل راسخ العقیدہ اور سماجی لحاظ سے قدامت پسند سوچ اور لوگوں کے رویوں کی شکل میں سامنے آئی جو حقوق نسواں پر ہونے والی بحث کو محض مغربی ایجنڈا اور غیر اسلامی مشن کے طور پر لیتے ہیں۔ پی سی ایس ڈبلیو میڈیا کے ذریعے اور حکومتی فیصلہ سازی فورمز میں اس سماجی ذہنیت کا تدارک کر رہی ہے۔ بیورو کریسی کے ’سرخ فیتے‘ اور مختلف محکموں کے درمیان کوآرڈینیشن سے متعلق مشکلات کمیشن کی سرگرمیوں پر بالکل مختلف طرز کی مخالفت کو جنم دیتی ہیں۔ یہ ’سرخ فیتہ‘ کسی بھی دوسرے مسئلے کے مقابلے میں سماجی موضوعات پر زیادہ اثر دکھاتا ہے۔ اس مشکل کے معاملے میں انتہا درجے کی استقامت سے کام لینا پڑتا ہے اور اس رویئے سے واسطہ پڑنے کے باوجود بھی ثابت قدم رہنا پڑتا ہے جس میں حقوق نسواں کی سرگرمیوں کو سمجھنے کے لئے کسی ہمدردی کا کوئی شائبہ تک دکھائی نہیں دیتا۔ بسا اوقات ڈیٹا کی عدم دستیابی یا صنف کے لحاظ سے الگ الگ ڈیٹا کی کمی اس کے تجزیہ کے دائرہ کار اور وسعت کو محدود کر دیتی ہے۔ آہستہ آہستہ اس بات کا احساس بڑھ رہا ہے کہ ہمارے پاس سرکاری اور نجی سطح پر صنف کے لحاظ سے الگ الگ ڈیٹا ہونا چاہئے۔ ڈیٹا کی دستیابی سے مسائل کے بارے میں صنفی نقطہ نظر سے تحقیق و تجزیہ کو فروغ ملے گا اور صنفی تقاضوں سے ہم آہنگ پالیسیاں بنانے میں مدد ملے گی۔ سب سے بڑا چیلنج شاید پی سی ایس ڈبلیو کی سرگرمیوں کے اثرات کو ضلعی سطح پر حتی الوسع حد تک بڑھانے کی راہیں تلاش کرنے میں پیش آیا ہے چونکہ یہاں انسانی اور مالی وسائل محدود ہیں۔ ایک ایسے صوبے میں یہ مسئلہ خاص طور پر شدت اختیار کر جاتا ہے جو پاکستان کی کل آبادی کا 50 فیصد سے بھی زائد ہے۔ سول سوسائٹی تنظیموں کی معاونت بھی حقوق نسواں پر ایک آزاد اور خود مختار آواز کو برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

ان مشکلات کے باوجود کمیشن نے کئی اہم سنگ میل عبور کر لئے ہیں اور پنجاب میں صنفی بحث کو مرکزی دھارے میں لانے کے لئے ایک زور پیدا کر دیا ہے۔ حقوق انسانی کی سرگرمیوں میں کبھی ہار نہ ماننے والی سوچ کے ساتھ چلنا پڑتا ہے یہ ہمیں سکھاتی ہے کہ جتنے اتحادی آپ بنا سکتے ہیں بنا لیں۔ یہاں تک کہ پائیدار تبدیلی کی راہ میں جو مشکلات اور رکاوٹیں پیش آئی ہیں ان سے کمیشن کے حوصلے اور لگن میں مزید اضافہ ہوا ہے۔

© UNDP Pakistan

© UNDP Pakistan

آراء

سماجی طور پر خواتین کی بااختیار حیثیت: تعلیم اور صحت کا باہمی تعلق

پروفیسر ڈاکٹر خالدہ غوث

بلحاظ عہدہ رکن، سوشل پالیسی اینڈ ڈویلپمنٹ سنٹر

سماجی عملی منصوبہ (سوشل ایکشن پلان) پاکستان میں بنیادی سماجی خدمات کو بہتر بنانے کی ایک کاوش تھی جس کے تحت پاکستانی پالیسی سازوں نے 94-1993 سے 98-1997 تک کی پانچ سالہ مدت کے دوران قومی سماجی ترقی کے لئے اقدامات کا تعین کیا۔ ایلیمنٹری تعلیم، بنیادی حفظانِ صحت و تولیدی صحت (بشمول آبادی) اور دیہی فراہمی آب و سینی ٹیشن کے تین بنیادی شعبوں کا احاطہ کرتے ہوئے حکومت نے ان میں شعبہ جاتی پالیسی اصلاحات کا عہد کیا۔ نوے کی دہائی کے دوران تقریباً چونتیس فیصد آبادی خطِ غربت سے نیچے زندگی بسر کر رہی تھی جبکہ شہری علاقوں میں غربت کا تناسب دیہی علاقوں کے مقابلے میں 1.7 گنا زیادہ تھا۔[1] اسی عرصے کے دوران آبادیاتی تبدیلی کی بناء پر غربت نے کثیر رخی شکل اختیار کر لی[2] اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ صرف کراچی میں پچاس لاکھ کے لگ بھگ افراد کچی آبادیوں میں مقیم تھے جنہیں تعلیم و صحت یا کسی دیگر بنیادی سہولیات یا سماجی نیٹ ورک کی شکل میں کوئی سہولت میسر نہ تھی۔ پاکستان کی شرح خواندگی 1995 میں تقریباً 40 فیصد تھی جو سال 1999 میں بڑھ کر 46 فیصد تک پہنچ گئی۔[3] مردوں میں خواندگی کا تناسب اگرچہ بہتر یعنی 1995 میں 51 فیصد اور 1999 میں 58 فیصد تھا لیکن خواتین کی شرح خواندگی تسلی بخش تھی جو مردوں کی شرح خواندگی کے مقابلے میں 1995 میں 28 فیصد اور 1999 میں 34 فیصد تھی۔ صحت کے اشاریئے بھی اس دوران جمود کا شکار رہے جو اس شعبے کی ناقص کارکردگی کو ظاہر کرتے ہیں۔ متوقع عرصہ حیات 1994 میں 62 سال تھا جو 1999 میں کم ہو کر 61 سال پر آ گیا۔[4]

سوشل ایکشن پلان میں تو صنفی پہلو پر زور نہیں دیا گیا لیکن نوے کی دہائی کے بعد صنف کو مرکزی حیثیت ملنے لگی۔ اس کے اور سال 2000 میں ہزاریہ ترقیاتی مقاصد (ایم ڈی جیز) کے تحت کئے گئے وعدوں کے باوجود غریب افراد کی زندگیوں میں بالعموم اور خواتین کی زندگیوں میں بالخصوص کوئی قابلِ ذکر بہتری دیکھنے کو نہ ملی۔ شرح خواندگی کا جھکاؤ مردوں کی طرف زیادہ تھا جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ 12-2011 میں صرف 47 فیصد خواتین خواندہ تھیں جبکہ مردوں میں یہ تناسب 70 فیصد تھا۔ صحت کے بیشتر اشاریئے بھی درست راہ پر آگے نہیں بڑھ رہے تھے مثلاً کل شرح بار آوری 2.1 فیصد کے ہدف کے برعکس 3.8 فیصد کی بلند سطح پر برقرار رہی۔ بعض اشاریئے درست راہ پر آگے بڑھ رہے تھے مثلاً زچہ کی اموات کا تناسب جس میں 100,000 زندہ بچوں کی پیدائش پر 140 کا ہدف حاصل کر لیا گیا۔[5] اسی طرح ایک اور اشاریئے یعنی "پانچ سال سے کم عمر میں اسہال کا شکار ہونے والے بچوں کا تناسب (گزشتہ 30 دنوں میں)" کا ہدف بھی حاصل کر لیا گیا۔ ان مقاصد کے تحت بچوں کی شرح اموات یا زچہ کی صحت میں بہتری کے حوالے سے طے کئے گئے باقی اہداف پر پیشرفت بھی درست راہ پر آگے نہیں بڑھ رہی تھی۔[6] پاکستان کی حالیہ صنفی رینکنگ میں بھی اسی رجحان کی جھلک دیکھنے کو ملتی ہے جس کے لحاظ سے پاکستان تقریباً سب سے پیچھے رہا اور اس کا رینک صرف یمن سے اوپر یعنی 143 رہا (جدول 1)۔

پاکستان میں سماجی ترقی کی جو سوچ اپنائی گئی ہے اس سے سماجی و سیاسی بیانیہ (جس سے خواتین کو بااختیار بنانے کی راہ ہموار کرنے میں مدد مل سکتی ہے) کی تیاری میں مدد نہیں ملی۔ پاکستان میں آج بھی خواتین کو زندگی کے سبھی شعبوں میں امتیاز اور محرومی کا سامنا ہے۔ خواتین ارکان پارلیمنٹ کا تناسب 21 فیصد ہونے کے باوجود صنف کو صحیح معنوں میں مرکزی دھارے میں لانے کا چیلنج اپنی جگہ برقرار ہے۔

صنف کی بااختیار حیثیت کے اقدامات، صنفی ترقی انڈکس اور ہیومن ڈویلپمنٹ انڈکس پر پاکستان کی رینکنگ پیہم خطرے کا اشارہ دے رہی ہے۔ صحت اور تعلیم کے شعبوں پر پاکستان کے اخراجات بالترتیب جی ڈی پی کا 0.7 فیصد اور 2.3 فیصد ہیں۔ عمودی خطوط پر کام کرنے والے پروگراموں مثلاً خاندانی منصوبہ بندی اور بنیادی حفظانِ صحت یا زچہ و بچہ کی صحت کے پروگرام پر اخراجات کے باوجود شائستہ سماجی خدمات تک رسائی کے معاملے میں خواتین ہنوز محرومی کا شکار ہیں۔ بڑی تعداد میں

جدول 1: صنفی خلاء کی عالمی رینکنگ 2017 اور پاکستان

اشاریہ کی رینکنگ	سال 2006	سال 2017
صنفی خلاء کا عالمی سکور	112	143
معاشی شمولیت اور مواقع	112	143
حصولِ تعلیم	110	136
صحت اور بقائے زندگی	112	140
سیاسی طور پر بااختیار حیثیت	37	95
رینکنگ میں شامل کل ممالک	115	144

ذریعہ: ورلڈ اکنامک فورم (2017)، "گلوبل جنڈر گیپ رپورٹ 2017"

1 نزہت احمد (1998)، Poverty in Pakistan، پاکستان جرنل آف اپلائیڈ اکنامکس، اپلائیڈ اکنامکس ریسرچ سنٹر، جلد 14 صفحات 1 تا 26۔

2 دلینی گونیوردنا (1999)، Urban Poverty in South Asia: What do we know? What do we need to know?۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: http://www.rrojasdatabank.info/wpover/gunewardena.pdf

3 سوشل پالیسی اینڈ ڈویلپمنٹ سنٹر (2001)، Social Development in Pakistan: SPDC Annual Review 2001۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: http://www.spdc.org.pk/Data/Publication/PDF/AR-3.pdf

4 ایضاً

5 حکومت پاکستان، وزارت منصوبہ سازی، ترقی و اصلاحات اور اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ۔ Pakistan Millennium Development Goals Report 2013۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: http://www.pk.undp.org/content/dam/pakistan/docs/MDGs/MDG2013Report/final%20report.pdf

6 ایضاً